اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عقیدہ اہلِ سنت کی رو سے

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ

مرتب
ڈاکٹر شاہ فیض
جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی

پبلیکیشنز
GUJRANWALA

فہرست

❀ پیش لفظ ---------- 9

▣ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے کی ممانعت: ---------- 12

▣ فضائلِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم: ---------- 12

▣ مہاجرین کی انصار پر فضیلت: ---------- 13

▣ اصحابِ بدر: ---------- 13

▣ اصحابِ بیعتِ رضوان: ---------- 13

▣ اُمت کے بہترین افراد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں: ---------- 14

▣ اہلِ سنت وجماعت کی اہلِ بیت سے محبت: ---------- 16

▣ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت: ---------- 16

▣ بنی ہاشم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب: ---------- 16

▣ مولات اُمہات المومنین: ---------- 17

▣ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل: ---------- 17

▣ سیدہ عائشہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل: ---------- 18

▣ اہلِ سنت وجماعت کا روافض سے براءت: ---------- 18

▣ اہلِ سنت وجماعت کا نواصب سے براءت: ---------- 18

▣ اہلِ سنت کا مشاجراتِ صحابہ کے بارے میں سکوت اختیار کرنا: ---------- 18

▣ صحابہ کے مساوی کے متعلق وارد آثار کا جھوٹا ہونا: ---------- 19

- اہلِ سنت کا صحابہ رضی اللہ عنہم کی مغفرت کو واجب سمجھنا: ---------------- 19
- اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو معاف کر دیا: ---------------------- 20
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومحاسن: ------------------------- 21
- انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل صحابہ ہیں:-------------------------- 21
- اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیگر اُمتوں کے لوگوں سے باعزت صحابہ ہیں: --- 22
- اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہلِ سنت وجماعت کا مؤقف --- 23
- اصحابِ رسول کے متعلق دل وزبان کی حفاظت:------------------- 23
- اہلِ سنت وجماعت کی صحابہ سے محبت ایمانی ہے:------------------ 24
- صحابی کی تعریف:-- 25
- اہلِ سنت وجماعت کے دلائل: --------------------------- 25
- انصار کے تین اوصاف: -------------------------------- 26
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوسب وشتم کرنے کی ممانعت:------------------ 27
- فضائلِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:--------------------------------- 29
- صحابہ کے متعلق اجمالی عقیدہ: ----------------------------- 30
- صحابہ کے بارہ طبقات: -------------------------------- 32
- باعتبارِ روایت تین درجات: --------------------------- 33
- فضیلت میں درجات:------------------------------------- 34
- مہاجرین کی انصار پر فضیلت: ------------------------- 34
- اصحابِ بدر:-- 35
- اصحابِ بیعت رضوان: -------------------------------- 36
- جنت کی شہادت:-- 38

شہادت کی دو قسمیں: ---------- 38
اُمت کے بہترین افراد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں: ---------- 39
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گواہی: ---------- 41
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ: ---------- 43
فضیلت کے دو دلائل: ---------- 43
علماء کا اختلاف: ---------- 45
راجح موقف: ---------- 46
مسئلہ خلافت: ---------- 47
خلافت میں طعن کرنے والا گدھے سے بڑھ کر گمراہ ہے: ---------- 48
خلفائے اربعہ کے متعلق اجمالی عقیدہ: ---------- 48
اہلِ سنت و جماعت کی اہلِ بیت سے محبت: ---------- 50
لفظ ''آل'' کے لغوی معنی: ---------- 52
لفظ ''آل'' قرآن میں: ---------- 54
لفظ ''آل'' حدیث میں: ---------- 57
اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ---------- 61
''اہل'' کا لغوی مطلب: ---------- 62
اہلِ بیتِ رسول: ---------- 63
لفظ ''اہل'' قرآن میں: ---------- 63
لفظ ''اہل'' حدیث میں: ---------- 67
اہلِ بیت میں کون کون شامل ہے؟ ---------- 83
خلاصہ: ---------- 84

رسول اللہ ﷺ کی وصیت: ---------------------------------- 84

بنی ہاشم سے رسول اللہ ﷺ کا انتخاب: ------------------- 88

مولاتِ اُمہات المومنین: ---------------------------------- 89

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل: ---------------------------------- 90

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل: ---------------------------------- 92

اہلِ سنت و جماعت کا روافض سے براءت: ------------------- 93

الروافض:-- 93

اہلِ سنت و جماعت کا نواصب سے براءت:------------------- 94

مشہور اصطلاح ناصبی کا تعارف اور تاریخی پسِ منظر:--------------- 95

اہلِ سنت کا مشاجراتِ صحابہ کے بارے میں سکوت اختیار کرنا: ------- 97

صحابہ کے مساوی کے متعلق وارد آثار کا جھوٹا ہونا: ----------------- 100

صحابہ کی اخطا کے متعلق ہمارا موقف: ---------------------------- 101

کیا صحابہ معصوم ہیں؟ -- 101

اہلِ سنت کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مغفرت کو واجب سمجھنا:------------- 102

مغفرت کے اسباب: -- 103

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و محاسن: ---------------------------- 106

انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد افضل صحابہ ہیں: ---------------------- 107

ماخذ شرح:-- 110

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ صاحبِ قلم و سیف نے غیر اسلامی فکری یلغار کے سامنے بہت مضبوط بند باندھے ہیں۔ انہی میں سے ایک معرکۃ الآراء تصنیف "العقیدۃ الواسطیۃ" ہے۔ جو ایک مسلمان کے لیے عقائد کو مدلل انداز میں بیان کرتی ہے۔ انہی عقائد میں ایک اہم عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اہلِ سنت و جماعت کا موقف ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام انسانوں جیسے نہیں کیونکہ انھیں اللہ نے حبیبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے منتخب کیا یہ سب خوب صورت وجود بلا مبالغہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی 23 سالہ جدوجہد کا روشن ترین اور کامیاب ماحصل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خوبصورت وجود حقانیتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مضبوط دلیل ہے۔ انبیاء علیہم السلام مختلف قوموں کی طرف بھیجے گئے اُن میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ جنھیں کوئی صحابی نہیں مل سکا کہ اُن پر کوئی ایمان ہی نہیں لایا تھا اور بہت سے ایسے ہیں کہ اُن کے صحابیوں یا حواریوں کی تعداد اس قدر کم ہے کہ اس کو انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تمام انبیاء کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دُنیا تک پہنچانے کے لیے لاکھوں صحابہ موجود تھے اور تاریخ کے وسیع وعریض صفحات اس امر پر شاہد ہیں کہ ان صحابہ نے پیغامِ رسالت کو وہاں تک پہنچایا جہاں تک عقل انسانی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا سبق جن خوبصورت وجودوں سے ملا وہ درج ذیل ہے:

- علامہ ابن العربی رحمہ اللہ۔
- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ۔
- دادا ابو حکیم فیض عالم صدیقی رحمہ اللہ۔
- ابی جی ڈاکٹر سعید فیض رحمہ اللہ۔
- حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ۔
- شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے منفی رویوں کا آغاز روافض کی جانب سے ہوا جس کے ردِ عمل میں کچھ ایسے رویوں نے جنم لیا جس میں افراط وتفریط پایا جاتا ہے۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا تخصیص وتفریق ہمارے لیے قابلِ احترام و تعظیم ہیں کیونکہ وہ قرآنی شخصیات ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی معروف کتاب "العقيدة الواسطية" کے متن کی ترتیبِ نو کے بعد میں اس کی شرح الحمد للہ مکمل کر چکا ہوں۔ اسی شرح سے کتاب کا ایک اہم باب الگ کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقام و مرتبہ اور اہلِ سنت و جماعت کے موقف کی بھرپور ترجمانی و وضاحت کر رہا ہے۔ اس شرح میں میری جو بات کتاب وسنت اور فہمِ سلف کے مطابق نہ ہو اس کی نشاندہی کریں میں اگلے کسی اڈیشن میں اس کی تصحیح کر دوں گا ان شاء اللہ۔ میرا موقف کتاب وسنت کے ساتھ ہے کہ علی الاطلاق شخصیات کا دفاع انبیاء وصحابہ تک کرتا ہوں اس کے بعد کسی بھی مسلمان کا دفاع برائے حق کرتا ہوں۔

ڈاکٹر شاہ فیض

جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی معروف کتاب "العقيدة الواسطية" کے یہ جملے میرا عقیدہ ہیں:

"اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہلِ سنت وجماعت کا موقف:

"وَمِنْ أُصُولِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ سَلَامَةُ قُلُوبِهِمْ وَأَلْسِنَتِهِمْ لِأَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ"

"عقیدہ اہلِ سنت وجماعت کے بنیادی اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے دل اور زبانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے سلامت ہیں۔"

اس کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہلِ سنت و جماعت کے اس موقف کی تائید میں قرآن مجید کی آیت لکھتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحشر: 10]

"اور ان (مہاجرین) کے بعد آئے وہ دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہمارے اور ہمارے ان بھائیوں کے گناہ معاف کر دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ پیدا نہ کر، ہمارے رب! یقیناً تو بہت شفقت والا، بڑا رحم والا ہے۔"

پھر انصار کے بارے میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [الحشر: 9]

’’اور ان لوگوں کے لیے بھی جو دارالسلام اور ایمان میں ان کے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں اور انھیں جو کچھ دیا گیا ہے اس سے اپنے دلوں میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتے اور وہ دوسروں کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود فاقہ میں ہی مبتلا ہوں۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے کی ممانعت:

وَطَاعَةَ النَّبِيِّ ﷺ فِي قَوْلِهِ: ((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ))[1]

’’اور اس ارشاد میں نبی ﷺ کی اطاعت کرنا: میرے صحابہ کو بُرا بھلا مت کہو، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مدّ بلکہ نصف مدّ کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔‘‘

فضائلِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

’’وَيَقْبَلُونَ مَا جَاءَ بِهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَالإِجْمَاعُ مِنْ

---

[1] صحيح البخاري (3673)، صحيح مسلم (2541)

فَضَائِلِهِمْ وَمَرَاتِبِهِمْ"

"اور وہ ان کے فضائل و مراتب کے بارے میں کتاب و سنت اور اجماع کی تصریحات کو قبول کرتے ہیں۔"

اور اسی فضیلت کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس طرح بیان کیا:

"وَيُفَضِّلُونَ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ، وَهُوَ صُلْحُ الْحُدَيْبِيَةِ، وَقَاتَلَ عَلَى مَنْ أَنْفَقَ مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلَ"

"اہلِ سنت صلح حدیبیہ سے قبل خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو اس کے بعد خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں پر فضیلت دیتے ہیں۔"

مہاجرین کی انصار پر فضیلت:

"وَيُقَدِّمُونَ الْمُهَاجِرِينَ عَلَى الْأَنْصَارِ"

"اور وہ مہاجرین کو انصار پر مقدم رکھتے ہیں۔"

اصحابِ بدر:

"وَيُؤْمِنُونَ بِأَنَّ اللَّهَ قَالَ لِأَهْلِ بَدْرٍ، وَكَانُوا ثَلَاثَ مِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ"

"اور ان کا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر سے فرمایا، ان کی تعداد تین سو دس سے کچھ زائد تھی: تم جو چاہو عمل کرو، یقیناً میں نے تمھیں معاف کر دیا۔"

اصحابِ بیعتِ رضوان:

"وَبِأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، كَمَا أَخْبَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ بَلْ لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، وَكَانُوا أَكْثَرَ

مِنْ أَلْفٍ وَأَرْبَعِ مِائَةٍ"

"اور یہ کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والا کوئی ایک صحابی بھی جہنم میں نہیں جائے گا جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔ بلکہ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے اور ان کی تعداد 1400 سے زائد تھی۔

جس کے جنتی ہونے کی گواہی رسول اللہ ﷺ نے دی، اہلِ سنت وجماعت اس کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں:

"وَيَشْهَدُونَ بِالْجَنَّةِ لِمَنْ شَهِدَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَالْعَشَرَةِ، وَثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بنِ شَمَّاسٍ، وَغَيْرِهِم مِّنَ الصَّحَابَةِ"

"اہلِ سنت وجماعت اس شخص کے لیے جنت کی گواہی دیتے ہیں جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت کی گواہی دی۔ جس طرح کے عشرہ مبشرہ، ثابت بن قیس بن شماس اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔"

اُمت کے بہترین افراد ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں:

"وَيُقِرُّونَ بِمَا تَوَاتَرَ بِهِ النَّقْلُ عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه وَغَيْرِهِ مِنْ أَنَّ خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا: أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ"

"اور وہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بن ابو طالب اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تواتر کے ساتھ منقول اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اس امت کے بہترین فرد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔"

اہلِ سنت کا عقیدہ کہ عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ اور علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہیں۔

"وَيُثَلِّثُونَ بِعُثْمَانَ، وَيُرَبِّعُونَ بِعَلِيٍّ رضي الله عنه، كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الآثَارُ"

”وہ عثمان رضی اللہ عنہ کو تیسرے اور علی رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر رکھتے ہیں۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ فضیلت دو اعتبار سے بیان کی ہے:

① ”كما دلت عليه الآثار“ جس طرح کہ اس پر آثار دلالت کرتے ہیں۔

② ”وكما أجمع الصّحابة على تقديم عثمان في البيعة“ اور جس طرح کہ بیعت کرتے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی تقدیم پر اجماع کیا۔

”مَعَ أَنَّ بَعْضَ أَهْلِ السُّنَّةِ كَانُوا قَدِ اخْتَلَفُوا فِيْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رضي الله عنهما بَعْدَ اتِّفَاقِهِمْ عَلَى تَقْدِيمِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ؟ فَقَدَّمَ قَوْمٌ عُثْمَانَ: وَسَكَتُوا، أَوْ رَبَّعُوا بِعَلِيٍّ“

”یہ اس امر کے باوجود کہ بعض اہلِ سنت و جماعت نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تقدیم پر اتفاق کرنے کے بعد عثمان و علی رضی اللہ عنہما میں اختلاف کیا ہے کہ ان میں سے افضل کون ہے؟ کچھ لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم رکھنے کے بعد خاموشی اختیار کر لیتے ہیں یا پھر علی رضی اللہ عنہ کو چوتھے پر رکھتے ہیں۔“

”لَكِنِ اسْتَقَرَّ أَمْرُ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلَى تَقْدِيمِ عُثْمَانَ، ثُمَّ عَلِيٍّ“

”مگر اہلِ سنت و جماعت عثمان رضی اللہ عنہ کو علی رضی اللہ عنہ پر مقدم قرار دیتے ہیں۔

”وَإِنْ كَانَتْ هَذِهِ الْمَسْأَلَةُ مَسْأَلَةُ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ لَيْسَتْ مِنَ الْأُصُولِ الَّتِي يُضَلَّلُ الْمُخَالِفُ فِيهَا عِنْدَ جُمْهُورِ أَهْلِ السُّنَّةِ“

”اگرچہ یہ مسئلہ (عثمان و علی رضی اللہ عنہما کا مسئلہ) ان اصولوں میں سے نہیں ہے جن کے مخالفین کو جمہور اہلِ سنت کے نزدیک گمراہ کہا جا سکتا ہے۔“

”لَكِنِ الَّتِي يُضَلَّلُ فِيهَا: مَسْأَلَةُ الْخِلَافَةِ“

”مگر جس مسئلے کے بارے میں گمراہ کہا جا سکتا ہے وہ مسئلہ خلافت ہے۔“

”وَذَلِكَ أَنَّهُمْ يُؤْمِنُونَ أَنَّ الْخَلِيفَةَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: أَبُو

بَكْرٍ، وَعُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ“

”اہلِ سنت کا اس بات پر ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ، پھر عمر رضی اللہ عنہ، پھر عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔“

خلافت میں طعن کرنے والا گدھے سے بڑھ کر گمراہ ہے۔

”وَمَنْ طَعَنَ فِي خِلَافَةِ أَحَدٍ مِنْ هٰؤُلَاءِ، فَهُوَ أَضَلُّ مِنْ حِمَارِ أَهْلِهِ“

”ان میں سے کسی ایک کی خلافت میں طعنہ زنی کرنے والا اپنے گھر والوں کے گدھے سے بھی بڑھ کر گمراہ ہے۔“

اہلِ سنت وجماعت کی اہلِ بیت سے محبت:

”وَيُحِبُّونَ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَيَتَوَلَّوْنَهُمْ“

”اہلِ سنت اہلِ بیت سے محبت کرتے اور انھیں اپنے اولیاء گردانتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ کی وصیت:

”وَيَحْفَظُونَ فِيهِمْ وَصِيَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: حَيْثُ قَالَ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ: أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي“

”اور وہ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا خیال رکھتے ہیں کہ آپ نے غدیر خم کے دن فرمایا: میں تمھیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرواتا ہوں۔“

بنی ہاشم سے رسول اللہ ﷺ کا انتخاب:

”وَقَالَ أَيْضًا لِلْعَبَّاسِ عَمِّهِ وَقَدِ اشْتَكَى إِلَيْهِ أَنَّ بَعْضَ قُرَيْشٍ يَجْفُو بَنِي هَاشِمٍ فَقَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُؤْمِنُونَ

حَتَّى يُحِبُّوكُمْ، لِلّٰهِ وَلِقَرَابَتِي ﴾

”جب آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے یہ شکایت کی بعض قریش بنو ہاشم کو ناپسند کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ مومن نہیں ہوسکتے تاوقتیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور میری قرابت داری کی وجہ سے تم سے محبت نہیں کرتے۔“

وَقَالَ: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى بَنِي إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَى مِنْ بَنِي إِسْمَاعِيلَ كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ ﴾

”اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل کو منتخب فرمایا، بنی اسماعیل سے کنانہ کو، کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔“

موالات اُمہات المومنین:

”وَيَتَوَلَّوْنَ أَزْوَاجَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ“

”اہلِ سنت وجماعت رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات امہات المومنین سے بھی محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔“

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل:

”وَيُؤْمِنُونَ بِأَنَّهُنَّ أَزْوَاجُهُ فِي الْآخِرَةِ: خُصُوصًا خَدِيجَةَ رضي الله عنها أُمَّ أَكْثَرِ أَوْلَادِهِ، وَأَوَّلَ مَنْ آمَنَ بِهِ وَعَاضَدَهُ عَلَى أَمْرِهِ، وَكَانَ لَهَا مِنْهُ الْمَنْزِلَةُ الْعَالِيَةُ“

”اور اہلِ سنت و جماعت کا ایمان ہے کہ وہ آخرت میں بھی آپ ﷺ

کی بیویاں ہوں گی، خاص طور پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو آپ کی اکثر اولاد کی ماں ہیں، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائیں اور آپ کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت دی۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل:

وَالصِّدِّيقَةَ بِنْتَ الصِّدِّيقِ رضي الله عنها الَّتِي قَالَ فِيهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: ((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ))

"اور صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں پر عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہی فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو دیگر کھانوں پر۔"

اہلِ سنت وجماعت کا روافض سے براءت:

"وَيَتَبَرَّؤُونَ مِنْ طَرِيقَةِ الرَّوَافِضِ الَّذِينَ يُبْغِضُونَ الصَّحَابَةَ وَيَسُبُّونَهُمْ"

"اہلِ سنت وجماعت روافض کے طریقہ سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نفرت کرتے اور انھیں سبّ وشتم کرتے ہیں۔"

اہلِ سنت وجماعت کا نواصب سے براءت:

"وَطَرِيقَةِ النَّوَاصِبِ الَّذِينَ يُؤْذُونَ أَهْلَ الْبَيْتِ بِقَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ"

"اور وہ ناصبیوں کے طریقہ سے بھی براءت کا اظہار کرتے ہیں جو اپنے قول یا عمل سے اہلِ بیت کو اذیت دیتے ہیں۔"

اہلِ سنت کا مشاجراتِ صحابہ کے بارے میں سکوت اختیار کرنا:

"وَيُمْسِكُونَ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ"

”اور وہ مشاجراتِ صحابہ کے بارے میں لب کشائی سے باز رہتے ہیں۔“

صحابہ کے مساوی کے متعلق وارد آثار کا جھوٹا ہونا:

”وَيَقُولُونَ: إِنَّ هَذِهِ الآثَارَ الْمَرْوِيَّةَ فِي مَسَاوِيهِمْ مِنْهَا مَا هُوَ كَذِبٌ، وَمِنْهَا مَا قَدْ زِيدَ فِيهِ وَنُقِصَ وَغُيِّرَ عَنْ وَجْهِهِ“

”وہ کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مساوی کے بارے میں مروی آثار میں سے بعض تو سراسر جھوٹ ہیں، بعض میں کمی بیشی کر دی گئی جبکہ کئی ایک کو ان کے صحیح رُخ سے ہٹا دیا گیا۔“

”وَالصَّحِيحُ مِنْهُ هُمْ فِيهِ مَعْذُورُونَ: إِمَّا مُجْتَهِدُونَ مُصِيبُونَ، وَإِمَّا مُجْتَهِدُونَ مُخْطِئُونَ“

”رہے ان میں سے آثارِ صحیحہ، تو وہ اس بات میں معذور ہیں۔ انھوں نے اجتہاد کیا، اب یا تو وہ صحیح نتیجے پر پہنچے یا پھر ان سے غلطی ہوگئی۔“

”وَهُم مَّعَ ذَلِكَ لَا يَعْتَقِدُونَ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مَعْصُومٌ عَنْ كَبَائِرِ الإِثْمِ وَصَغَائِرِهِ“

”اس کے باوجود اہلِ سنت کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے معصوم تھا۔“

اہلِ سنت کا صحابہ رضی اللہ عنہم کی مغفرت کو واجب سمجھنا:

”بَلْ يَجُوزُ عَلَيْهِمُ الذُّنُوبُ فِي الْجُمْلَةِ، وَلَهُم مِّنَ السَّوَابِقِ وَالْفَضَائِلِ مَا يُوجِبُ مَغْفِرَةَ مَا يَصْدُرُ مِنْهُمْ إِنْ صَدَرَ“

”فی الجملہ صحابہ کرام سے گناہوں کا صدور ممکن ہے، مگر وہ سبقت الی الاسلام اور کچھ ایسے دیگر فضائل کے حامل ہیں کہ اگر ان سے کسی گناہ کا صدور ہو بھی جائے تو وہ ان کی مغفرت کو واجب قرار دیتے ہیں۔“

”حَتَّى إِنَّهُمْ يُغْفَرُ لَهُم مِّنَ السَّيِّئَاتِ مَا لَا يُغْفَرُ لِمَنْ بَعْدَهُمْ، لَأَنَّ لَهُم مِّنَ الْحَسَنَاتِ الَّتِي تَمْحُو السَّيِّئَاتِ مَا لَيْسَ لِمَنْ بَعْدَهُمْ، وَقَدْ ثَبَتَ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُمْ خَيْرُ الْقُرُوْنِ، وَأَنَّ الْمُدَّ مِنْ أَحَدِهِمْ إِذَا تَصَدَّقَ بِهِ كَانَ أَفْضَلَ مِنْ جَبَلِ أُحُدٍ ذَهَبًا مِمَّنْ بَعْدَهُمْ“

”یہاں تک کہ ان کے وہ گناہ بھی معاف کر دیے جاتے ہیں جو ان کے بعد آنے والوں کے معاف نہیں کیے جاتے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہے کہ وہ بہترین زمانے کے لوگ ہیں، اور یہ کہ ان میں سے کسی ایک کا مدّ یا نصف مدّ بھر صدقہ بعد میں آنے والوں کے اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو معاف کر دیا:

”ثُمَّ إِذَا كَانَ قَدْ صَدَرَ مِنْ أَحَدِهِمْ ذَنْبٌ، فَيَكُونُ قَدْ تَابَ مِنْهُ“

”پھر جب ان میں سے کسی ایک سے کوئی گناہ صادر ہوا، تو ہوسکتا ہے کہ اس نے اس سے توبہ کر لی ہو۔“

”أَوْ أَتَى بِحَسَنَاتٍ تَمْحُوهُ“

”یا اس نے ایسی نیکیاں کیں جنھوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔“

”أَو غُفِرَ لَهُ، بِفَضْلِ سَابِقَتِهِ“

”یا اسے اس کی کسی سابقہ فضیلت کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔“

”أَوْ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ الَّذِي هُمْ أَحَقُّ النَّاسِ بِشَفَاعَتِهِ“

”یا انھیں محمد ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جائے جن کی شفاعت کے وہ سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی شفاعت کریں گے جس کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں۔

”أَوْ ابْتُلِيَ بِبَلَاءٍ فِي الدُّنْيَا كُفِّرَ بِهِ عَنْهُ“

”یا دنیا میں اس کی کوئی ایسی آزمائش کی گئی جو اس کے گناہوں کا کفارہ بن گئی۔“

”فَإِذَا كَانَ هَذَا فِي الذُّنُوبِ الْمُحَقَّقَةِ، فَكَيْفَ الْأُمُورُ الَّتِي كَانُوا فِيهَا مُجْتَهِدِينَ: إِنْ أَصَابُوا، فَلَهُمْ أَجْرَانِ، وَإِنْ أَخْطَؤُوا، فَلَهُمْ أَجْرٌ وَاحِدٌ، وَالْخَطَأُ مغْفُورٌ“

”جب ثابت شدہ گناہوں کے بارے میں یہ صورت حال ہے تو پھر ان امور کے بارے میں کیا کہا جائے گا، جن میں اگر وہ صحیح فیصلہ کریں تو دوہرے اجر کے مستحق ٹھہریں اور اگر غلطی کے مرتکب ہوں تو بھی ایک اجر پائیں، اور غلطی معاف کردی جائے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومحاسن:

”مِنَ الإِيمَانِ بِاللّٰهِ، وَرَسُولِهِ، وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِهِ، وَالْهِجْرَةِ، وَالنُّصْرَةِ، وَالْعِلْمِ النَّافِعِ، وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ“

”مثلاً ان کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، فی سبیل اللہ جہاد اور ہجرت کرنا۔ دینِ اسلام کی نصرت ومعاونت کرنا، علمِ نافع اور علمِ صالح۔“

انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل صحابہ ہیں:

”وَمَن نَّظَرَ فِي سِيرَةِ الْقَوْمِ بِعِلْمٍ وَبَصِيرَةٍ، وَمَا مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِم بِهِ مِنَ الْفَضَائِلِ، عَلِمَ يَقِينًا أَنَّهُمْ خِيرُ الْخَلْقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ“

’’جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا علم و بصیرت کے ساتھ جائزہ لے گا، اور ان کے فضائل و مناقب کو پیشِ نظر رکھے گا تو اسے اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد بہترین قسم کے لوگ ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیگر اُمتوں کے لوگوں سے باعزت صحابہ ہیں:

’’وَأَنَّهُمُ الصَّفْوَةُ مِنْ قُرُونِ هَذِهِ الْأُمَّةِ الَّتِي هِيَ خَيْرُ الْأُمَمِ وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ‘‘

’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس اُمت کے بہترین لوگ ہیں، وہ اُمت جو دیگر تمام اُمتوں سے بہترین اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت اُمت ہے۔‘‘

اصحابِ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اہلِ سنت وجماعت کا مؤقف

اصحابِ رسول کے متعلق دل وزبان کی حفاظت:

1- ”وَمِنْ أُصُوْلِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ سَلَامَةُ قُلُوْبِهِمْ وَأَلْسِنَتِهِمْ لِأَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ“

”عقیدہ اہلِ سنت وجماعت کے بنیادی اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے دل اور زبانیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے سلامت ہیں۔“

اس جملے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہلِ سنت و جماعت کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں عقیدہ بیان کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس عقیدے کو سمجھنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام ومرتبہ سمجھنا لازم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی شخصیات ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ نے حبیبِ کائنات اور محبوبِ کائنات ﷺ کی صحبت کے لیے منتخب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سیکڑوں آیات میں اس امر کو بہ صراحت بیان کیا ہے کہ وہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور اس نے ان کے دلوں کو ایمان سے منور کر دیا ہے۔ کفر اور نافرمانی والی سوچ کا ان کے دلوں میں پایا جانا ناممکن ہے اور یہ سب رشد وہدایت والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انھیں قیامت کے دن کسی بھی صورت میں رسوا نہیں کرے گا۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد کائنات کا مقدس ترین گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس لیے اہلِ سنت و جماعت کی زبانیں اور دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کسی بھی قسم کے بغض و عداوت اور نفرت سے پاک ہوتے ہیں۔

اہلِ سنت و جماعت کی صحابہ سے محبت ایمانی ہے:

اہلِ سنت و جماعت اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور انھیں ساری مخلوق پر فضیلت دیتے ہیں، اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر القرون ہیں۔

③ اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق کر کے انھیں کامیاب قرار دیا ہے اور انھیں جنت کا وعدہ بھی دیا ہے۔

④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے منتخب کیا۔

⑤ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان مسلمانوں کے لیے معیار بنا دیا گیا ہے۔

⑥ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے براہِ راست شاگرد ہیں۔

⑦ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو چکا ہے۔

⑧ اہلِ سنت و جماعت صحابہ سے اس لیے محبت کرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہے۔

⑨ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُمت کا وہ طبقہ ہے جس نے حفاظتِ دین اور اگلی نسلوں تک اس کی تبلیغ کی اہم ذمے داری کو اچھی طرح پوری کر چکا ہے۔

⑩ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے محبت کرنے کو ایمان کی علامت اور بغض کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔

11. آپ ﷺ نے ان کو امتِ مسلمہ کے امن وقرار کا سبب قرار دیا ہے۔
12. رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو اس امت کے بہترین افراد قرار دیا ہے۔
13. رسول اللہ ﷺ نے ان کے احترام وعزت کو اپنے ہی احترام کے مترادف قرار دیا ہے۔

ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معصوم عن الخطا نہیں سمجھتے لیکن افراط وتفریط سے اجتناب کرتے ہوئے گمراہ فرقوں کے مذموم طریقوں سے براءت ولاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

صحابی کی تعریف:

"أَصُحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ"

صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جسے حالتِ ایمان میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی ہو اور پھر ایمان کی حالت میں ہی وفات پائی ہو۔

اہلِ سنت و جماعت کے دلائل:

اس کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہلِ سنت و جماعت کے اس موقف کی تائید میں قرآن مجید کی آیت لکھتے ہیں:

﴿ وَالَّذِينَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾ [الحشر: 10]

"اور ان (مہاجرین) کے بعد جو آئے وہ دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے ان بھائیوں کے گناہ معاف کر دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ پیدا نہ کر، ہمارے رب! یقیناً تو بہت شفقت والا، بڑا رحم والا ہے۔"

قرآن مجید کی یہ آیت ان دو آیتوں کے بعد آئی ہے:

﴿لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيٰرِهِمۡ وَاَمۡوٰلِهِمۡ يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا وَّيَنۡصُرُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ﴾ [الحشر: 8]

''اور فقراء مہاجرین کے لیے بھی جنھیں نکال دیا گیا ان کے گھروں سے اور ان کے مالوں سے، وہ تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی اور مدد کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی، یہی لوگ سچے ہیں۔''

ان مہاجرین میں سے سرکردہ لوگ چار ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم۔

پھر انصار کے بارے میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالۡاِيۡمَانَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ يُحِبُّوۡنَ مَنۡ هَاجَرَ اِلَيۡهِمۡ وَلَا يَجِدُوۡنَ فِيۡ صُدُوۡرِهِمۡ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوۡتُوۡا وَيُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ وَلَوۡ كَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾ [الحشر: 9]

''اور ان لوگوں کے لیے بھی جو دارالسلام اور ایمان میں ان کے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں اور انھیں جو کچھ دیا گیا ہے اس سے اپنے دلوں میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتے اور وہ دوسروں کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود فاقہ میں ہی مبتلا ہوں۔''

انصار کے تین اوصاف:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انصار کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں:

① وہ اپنے پاس ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔

② جو کچھ مل جائے اس کی وجہ سے دلوں میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتے۔

③ خود کو لاحق ضرورت کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں۔

اب جو شخص بھی اس بارے میں ان کے ساتھ اس سے مختلف رویہ اختیار کرے گا، ان پر کیچڑ اچھالے گا اور اپنے اوپر عائد ان کے حقوق ادا نہیں کرے گا، تو اس کا شمار ان لوگوں میں نہیں ہوگا جن کے بارے میں اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ جَاءُو مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا ﴾

[الحشر: 10]

”اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے۔“

جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے والے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انھوں نے فرمایا:

اس میں تعجب والی کوئی بات نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی وفات کی وجہ سے ان کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوگیا تو اللہ نے چاہا کہ ان کی موت کے بعد بھی ان کے اجر کا سلسلہ جاری رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے: ﴿ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا ﴾ [الحشر: 10]

فرمایا، یہ نہیں فرمایا: ”للذين سبقونا بالإيمان“ جو ہم سے پہلے ایمان لائے تا کہ سابقین اور قیامت تک آنے والے دوسرے اہلِ ایمان کو بھی شامل ہو جائے۔[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے کی ممانعت:

2 - ”وَطَاعَةُ النَّبِيِّ ﷺ فِي قَوْلِهِ: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ“[2]

---

[1] استفادات مع اضافه از شرح عقيدة واسطيه للعثيمين رحمہ اللہ.

[2] صحيح البخاري (3673)، صحيح مسلم (2541)

”اور اس ارشاد میں نبی ﷺ کی اطاعت کرنا کہ میرے صحابہ کو بُرا بھلا مت کہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مدّ بلکہ نصف مدّ کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔“

طَاعَةُ: یعنی اہلِ سنت وجماعت کا ایک اصول رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا نہیں کہنا ہے۔

السب: بُرا کہنا۔ صحابہ کی تنقیض کرنا یا ان کے مشاجرات کو موضوعِ بحث بناتے ہوئے ان پر نقد کرنا، ان کی خامیوں کو بیان کرنا۔

أَصْحَابِي: آپ ﷺ کی صحبت اختیار کرنے والے خوبصورت وجود۔

((فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا... الخ))

رسول اللہ ﷺ قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں:

”اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے ایک مدّ بلکہ نصف مدّ کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔“

وَلَا نَصِيْفَهُ: یعنی اس کا نصف، بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد سونا ہے۔ اس قول کا قرینہ عبارت کا سیاق ہے۔ مدّ یا نصف مدّ سونے کی بھی سونے کے جبل اُحد کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اگر غور کیا جائے تو خرچ کرنے کی تمام کیفیات ایک ہیں لیکن صرف خرچ کرنے والے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں تو اپنے فضائل ومناقب کی بنیاد پر جو دوسروں کو حاصل نہیں ہیں، وہ خرچ ان کے خلوص اور شدید اتباع کی وجہ سے دوسروں سے کہیں افضل ہے۔ یہ حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے سے روکنے کے لیے نصِ صریح ہے۔

یعنی کسی شخص کے لیے بھی یہ جائز نہیں اور نہ ہی کسی کو اجازت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والا کافر ہے، بلکہ اس کے کفر میں شک کرنے والے کے کفر میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔

فضائلِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

3- ”وَيَقْبَلُوْنَ مَا جَاءَ بِهِ الْكِتَابُ وَالسَّنَّةُ وَالْإِجْمَاعُ مِنْ فَضَائِلِهِمْ وَمَرَاتِبِهِمْ“

”اور وہ ان کے فضائل و مراتب کے بارے میں کتاب وسنت اور اجماع کی تصریحات کو قبول کرتے ہیں۔“

يَقْبَلُوْنَ: اس میں اہلِ سنت و جماعت کی طرف اشارہ ہے کہ ان میں منقولات کو قبول کرنے کی صلاحیت دیگر کے مقابلے میں بہتر ہوتی ہے۔

اَلْفَضَائِل: یہ فضیلت کی جمع ہے، وہ خوبی جس کی وجہ سے ایک انسان دوسرے انسان سے بڑھ جاتا ہے۔

اَلْمَرَاتِبُ: درجات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف مراتب اور درجات پر فائز ہیں۔ یعنی اہلِ سنت و جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل اور درجات و مراتب کو قبول کرتے ہیں۔

ان میں سے بعض صحابہ کی فضیلت علی الاطلاق ہے، یعنی وہ کسی اور صحابی کی فضیلت کے مقابلے میں نہیں ہے جیسا کہ سفرِ ہجرت کی بنیاد پر فضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اور بعض صحابہ کی فضیلت دیگر صحابہ کے مقابلے میں ہے جیسا کہ ہجرت سے قبل اسلام قبول کرنے والے اور ہجرت کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کی فضیلت میں فرق ہے۔ اصحابِ بدر اور اصحابِ بیعت رضوان کی فضیلت اس کی واضح اور بین مثالیں ہیں۔

اہلِ سنت وجماعت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ تمام امت میں افضل ہیں، عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔

صحابہ کے متعلق اجمالی عقیدہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو کچھ بیان کیا اس کا خلاصہ یہ ہے:

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم افضل اور ارفع شخصیات تھے۔ قرآن وسنت میں اہلِ ایمان کے جتنے خصائص بیان ہوئے ہیں وہ بدرجہ اتم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود تھے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب جنتی ہیں۔
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب عادل تھے اور ان میں سے ہر ایک حبِ ایمان سے بھرپور تھا۔ وہ نفاق اور ارتداد دونوں سے بری تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل وعیال سے شدید محبت رکھتے تھے۔
- وہ صحابہ افضل ہیں جو صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں اور مال دونوں پیش کیے اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں یعنی صلح حدیبیہ سے قبل اور بعد اسلام لانے والے دونوں سے اچھائی کا وعدہ کیا ہے۔
- قرآن وسنت کی نصوص کی روشنی میں مہاجرین صحابہ انصارِ مدینہ سے افضل ہیں۔
- اہلِ بدر اور بیعتِ رضوان میں حصہ لینے والے سب سے افضل ہیں۔
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد جو تنازعات اور فتنے برپا ہوئے، ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے اور ان معاملات میں اپنی زبانوں کو آلودہ نہ کیا جائے۔ جنگِ جمل وصفین کا فتنہ علی رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کسی کے

اختیار میں نہیں رہا تھا اور یہ سب مسلمانوں کے درمیان اصلاح کے لیے نکلے تھے اور یہ سب وہ ہیں جنھیں زبانِ رسالت سے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

- تمام اصحابِ رسول سے محبت ایمان کا حصہ ہے اور کسی ایک کے فضائل بیان کرتے ہوئے کسی دوسرے کی تنقیص نہیں کرتے، سب وشتم کا اظہار نہیں کرتے اور کسی صحابی سے براءت کا اظہار نہیں کرتے اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھے ان سے ہم بغض رکھتے ہیں۔
- سیدنا علی اور سیدنا معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما کے درمیان جو بھی ہوا اس پہ توقف اختیار کیا جائے۔
- اہلِ بیت سے محبت ایمان کا تقاضا ہے اور یہ کہ اہلِ بیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں شامل ہیں اور اس کے علاوہ آپ کی تمام بیٹیاں (زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن) سیدنا علی، حسن وحسین اور زینب بنت علی رضی اللہ عنہم یہ سب اہلِ بیت میں شامل ہیں اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں صحابیات میں سے سب سے افضل ہیں اور مومنوں کی مائیں ہیں۔
- سبطِ رسول سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ سے صلح کر کے اور خلافت سے دستبردار ہو کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو پورا کیا کہ میرا یہ بیٹا امت کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں شہادت مظلومانہ تھی اور ان کے قاتل ظالم اور فاسق تھے۔
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح معصوم عن الخطاء نہیں ہیں بلکہ ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہ سرزد ہو سکتے تھے لیکن وہ ایمان میں سبقت لے جانے والے تھے اور ان کے ایسے فضائل ہیں کہ ان سے جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اس پہ ان کی مغفرت یقینی ہے اور یہ فضل ان کے علاوہ کسی امتی کو بالیقین حاصل نہیں

ہے، بلکہ ان کے لیے یہ فضل بھی تھا کہ ان کے قبل ایمان کی خطاؤں کو نیکیوں میں بدل دیا گیا اور ان کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ ان کی اللہ کی راہ میں خرچ ایک مدّ بعد میں آنے والوں کے اُحد پہاڑ کے برابر انفاق فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔ ان کی ہجرت حق الیقین تھی، ان کا جہاد اور قتال سب سے افضل تھا۔

صحابہ کے بارہ طبقات:

امام حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ طبقات بیان کیے ہیں:

① مکہ میں ابتداءً اسلام قبول کرنے والے جن میں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم بھی داخل ہیں۔

② دار الندوہ کے اصحاب، یعنی جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اپنے اسلام کا عام اعلان واظہار کیا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دار الندوہ لے گئے، جہاں اہلِ مکہ کی ایک جماعت نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، ان حضرات کو اصحابِ دار الندوہ (رضی اللہ عنہم) کہتے ہیں۔

③ حبشہ ہجرت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

④ بیعتِ عقبہ اولیٰ میں شریک رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

⑤ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شریک رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

⑥ وہ مہاجرین رضی اللہ عنہم جو آپ کے قباء میں رہتے ہوئے پہنچ چکے تھے۔

⑦ غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

⑧ غزوۂ بدر، صلح حدیبیہ کے درمیان ہجرت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

⑨ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بیعتِ رضوان میں شریک رہے۔

⑩ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہجرت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ان ہی میں خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں۔

⑪ جو لوگ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔

⑫ وہ کم سن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع وغیرہ کے موقع سے آپ کی زیارت کی ہے، سائب بن یزید، عبداللہ بن ثعلبہ، ابوالطفیل عامر بن واثلہ اور ابو جحیفہ وغیرہ کا شمار اسی طبقہ میں ہے۔[1]

باعتبارِ روایت تین درجات:

باعتبار روایتِ حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تین درجات بیان کیے گئے ہیں:

① **مکثرین:** جن کی روایات ہزار سے اوپر ہوں۔

② **مقسطین:** جن کی روایات ہزار سے کم اور سو سے زیادہ ہوں۔

③ **مقلین:** جن سے سو سے کم حدیثیں منقول ہیں۔

مقسطین اور مقلین کی تعداد تو بہت ہے، البتہ مکثرین سات ہیں، اور ان کے نام اس طرح ہیں:

ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر، انس بن مالک، عائشہ، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ اور ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہم)۔

فقہی اعتبار سے بھی بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکثرین شمار کیے گئے ہیں، تاہم مسروق سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم چھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جمع ہو گیا ہے، عمر، علی، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابو الدرداء اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، بعض نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی جگہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور پھر ان چھے کا علم دو میں جمع ہو گیا، علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ان میں عمر، عبداللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کی آراء میں زیادہ موافقت پائی جاتی تھی۔[2]

---

[1] معرفة علوم الحديث (ص:31-29)

[2] مقدمہ ابن صلاح (ص: 127)

فضیلت میں درجات:

4- اور فضیلت کے ان پہلوؤں کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس طرح بیان کیا:

”وَيُفَضِّلُونَ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ -وَهُوَ صُلْحُ الْحُدَيْبِيَةِ- وَقَاتَلَ عَلَى مَنْ أَنْفَقَ مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلَ“

”اہلِ سنت صلح حدیبیہ سے قبل خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو اس کے بعد خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں پر فضیلت دیتے ہیں۔“

اور اس کی دلیل یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۚ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۚ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾

[الحدید: 10]

”نہیں برابر ہے تم میں سے وہ جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، یہ لوگ ان لوگوں سے درجے میں بڑے ہیں جنھوں نے اس کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا۔ ویسے اللہ نے سب سے اچھائی کا وعدہ کر رکھا ہے۔“

اس آیت میں ﴿ الْفَتْحِ ﴾ سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور صلح حدیبیہ 6ھ میں واقع ہوئی۔ جو لوگ اس سے پہلے مسلمان ہوئے، اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا وہ اس کے بعد خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں سے افضل ہیں۔ گو بعض علماء کا خیال ہے کہ ﴿ الْفَتْحِ ﴾ سے مراد فتح مکہ ہے۔

مہاجرین کی انصار پر فضیلت:

5- ”وَيُقَدِّمُونَ الْمُهَاجِرِينَ عَلَى الْأَنْصَارِ“

”اور وہ مہاجرین کو انصار پر مقدم رکھتے ہیں۔“

شرحِ مہاجرین: وہ خوبصورت وجود جو ایمان لا چکے تھے، جنھوں نے مختلف اوقات میں فتح مکہ سے پہلے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی، جب کہ انصار وہ لوگ ہیں جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے اور جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔ اہلِ سنت و جماعت مہاجرین کو انصار پر مقدم رکھتے ہیں، اس لیے کہ انھوں نے ہجرت بھی کی اور نصرت بھی، جب کہ انصار صرف نصرتِ اسلام سے مشرف ہوئے۔

مہاجرین کو مقدم کرنے کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ [التوبة: 100]

''اور پہلے پہل ایمان لانے میں سبقت لے جانے والے مہاجرین اور انصار میں سے اور جنھوں نے احسان کے ساتھ ان کی اتباع کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔''

جیسا کہ امام نیشاپوری رحمہ اللہ کی کتاب ''معرفة علوم الحديث'' سے مراتب صحابہ نقل کیے گئے ان میں سے کچھ کا ذکر یہاں اسی فضیلت کی بنیاد پر کیا جا رہا ہے۔

اصحابِ بدر:

6- ''وَيُؤْمِنُوْنَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَالَ لِأَهْلِ بَدْرٍ -وَكَانُوْا ثَلَاثَ مِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ-: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ''

''اور ان کا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر سے فرمایا۔ ان کی تعداد تین سو دس سے کچھ زائد تھی: تم جو چاہو عمل کرو، یقیناً میں نے تمھیں معاف کر دیا۔''

غزوۂ بدر 2 ھ کو رمضان کے مہینے میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ''یوم الفرقان'' کے نام سے موسوم فرمایا۔ اس میں کفار و مشرکین کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، جب کہ

اہلِ ایمان فتح یاب ہوئے تھے۔ چونکہ یہ وقت بہت شدائد کا تھا اس لیے اس میں شرکت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص انعام دیا گیا کہ اس غزوہ میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتبہ دیگر تمام اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کر دیا گیا۔

اصحابِ بیعت رضوان:

7- ”وَبِأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، كَمَا أَخْبَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ بَلْ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، وَكَانُوا أَكْثَرَ مِنْ أَلْفٍ وَأَرْبَعِ مِائَةٍ“

”اور یہ کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والا کوئی ایک صحابی بھی جہنم میں نہیں جائے گا جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور ان کی تعداد 1400 سے زائد تھی۔“

اس بیعت کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کی غرض سے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے ان کی تعداد تقریباً چودہ سو تھی۔[1]

جب آپ اپنے صحابہ کے ہمراہ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے اور آپ کی آمد کا مشرکینِ مکہ کو علم ہوا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں اور مشرکین میں مذاکرات شروع ہو گئے۔ مذاکرات کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا تا کہ وہ مشرکینِ مکہ کو اس بات سے آگاہ کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں، اس کے علاوہ ان کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

---

[1] صحيح البخاري (4154)، سنن أبي داود (4653)، سنن الترمذي (3859)

جب مشرکینِ مکہ نے انھیں واپس جانے سے روک لیا تو اسی اثنا میں یہ افواہ پھیل گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر مسلمانوں کے لیے نا قابلِ برداشت تھی لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ان سے بیعت لی کہ وہ قاصد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاتلین سے لڑائی کریں گے، مرجائیں گے مگر ہم میں سے کوئی بھی شخص راہِ فرار اختیار نہیں کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ﴾

[الفتح: 10]

”یقیناً وہ لوگ جو آپ سے بیعت کر رہے تھے وہ حقیقت میں اللہ سے بیعت کر رہے تھے، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔“

چونکہ اُس وقت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تھے، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ کی طرف سے اپنے ہاتھ سے بیعت لی اور پھر اپنے دائیں ہاتھ کے بارے میں فرمایا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔

بعد میں یہ افواہ غلط ثابت ہوئی اور عثمان رضی اللہ عنہ واپس حدیبیہ تشریف لے آئے۔ اور مذاکرات کا نتیجہ اس صلح کی صورت میں سامنے آیا جسے اللہ تعالیٰ نے فتح مبین قرار دیا۔ بیعتِ رضوان کرنے والوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿18﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [الفتح: 19-18]

”یقیناً اللہ راضی ہو گیا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، پس اس نے معلوم کر لیا جو ان کے دلوں میں تھا، تو اس نے ان پر سکینت اتاری اور انھیں قریب کی فتح عطا فرمائی اور

بہت ساری غنیمتیں بھی جنھیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔“

ان بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے متصف کیا جو اس امر کی شہادت ہے کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والا ہر شخص مومن ہے اور اللہ اس سے راضی ہو چکا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درخت کے نیچے بیعت کرنے والا کوئی ایک شخص بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔

جنت کی شہادت:

8- جس کے جنتی ہونے کی گواہی رسول اللہ ﷺ نے دی۔ اہلِ سنت وجماعت اس کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں:

”وَيَشْهَدُونَ بِالْجَنَّةِ لِمَنْ شَهِدَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَالْعَشَرَةِ، وَثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بنِ شَمَّاسٍ، وَغَيْرِهِم مِّنَ الصَّحَابَةِ“

”اہلِ سنت وجماعت اس شخص کے لیے جنت کی گواہی دیتے ہیں جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت کی گواہی دی۔ جس طرح کے عشرہ مبشرہ، ثابت بن قیس بن شماس اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔“

يَشْهَدُونَ: یعنی اہلِ سنت وجماعت گواہی دیتے ہیں۔

شہادت کی دو قسمیں:

جنت کی شہادت کی دو قسمیں ہیں:

① کسی خوبی کی بنیاد پر شہادت:

یہ شہادت عام ہے اور اس کی گواہی دینا ہم سب پر واجب ہے، اس لیے کہ اس کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [لقمان: 9-8]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لیے نعمتوں والے باغات ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔“

② کسی معین شخص سے متعلقہ شہادت:

یہ خاص شہادت ہے، جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت کی گواہی دی تو اس کے لیے یہ شہادت ہم بھی دیں گے، وہ ایک معین شخص کے لیے ہو یا کئی معینہ اشخاص کے لیے۔ چونکہ آپ ﷺ نے عشرہ مبشرہ کے لیے جنت کی شہادت دی، لہٰذا ان کے جنتی ہونے کی شہادت دینا ہم پر بھی واجب ہے۔ انھیں عشرہ مبشرہ کے نام سے ملقب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں ان کا ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے اور وہ ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، سعید بن زید، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمان بن عوف، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن العوام اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم۔[1]

اسی طرح کچھ اور صحابہ بھی ہیں جن کا نام لے کر رسول اللہ ﷺ نے انھیں جنتی کہا ہے جیسا کہ ایک کا نام شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی لکھا: ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ، اور وہ صحابہ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں جنت کی بشارت دی، مثلاً: اُمہات المومنین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں بلال، عبداللہ بن سلام، عکاشہ بن محصن اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

اُمت کے بہترین افراد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں:

9- ”وَيُقِرُّوْنَ بِمَا تَوَاتَرَ بِهِ النَّقْلُ عَنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ

[1] مسند أحمد: 169، سنن أبي داود: 4649، سنن الترمذي: 3748، سنن ابن ماجه: 134

أَبِي طَالِبٍ ﷛ وَغَيْرِهِ مِنْ أَنَّ خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا: أَبُوبَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ‘‘

اور وہ امیر المومنین علی بن ابو طالب ﷛ اور دوسرے صحابہ کرام ﷡ سے تواتر کے ساتھ منقول اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اس امُت کے بہترین فرد ابو بکر ﷛ اور ان کے بعد عمر ﷛ ہیں۔‘‘

تَوَاتَر: صحابہ کرام ﷡ میں مراتب کے حوالے سے جو کچھ نقل کیا گیا یہ نقل متواتر ہے جیسا کہ خود صحابہ کرام ﷡ کے مابین کثرت سے نقل کیا جاتا ہے جس کی رو سے صحابہ کرام ﷡ میں سب سے افضل ابو بکر صدیق ﷛ اور ان کے بعد عمر فاروق ﷛ اور ان کے بعد عثمان غنی ﷛ ہیں، بطورِ مثال چند احادیث درج ذیل ہیں:

’’عبداللہ بن عمر ﷠ سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ابو بکر ﷛ کو فضیلت دیتے، پھر عمر بن خطاب ﷛ اور پھر عثمان بن عفان ﷛ کو۔‘‘[1]

’’عمرو بن عاص ﷛ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے انھیں ذات السلاسل میں بھیجا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: عورتوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ (﵂) سے، میں نے کہا کہ مردوں میں سے کون؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے والد (﵁) سے، میں کہا کہ اس کے بعد پھر کون ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمر بن الخطاب (﵁) اور بھی کئی آدمی گنے۔‘‘[2]

---

[1] صحیح البخاری (3671)

[2] صحيح البخاري (3662)، صحيح مسلم (2384)

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کے درمیان امتیاز کیا کرتے تھے تو ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل اور ان کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔''[1]

اور ایک روایت میں ہے:

''ہم نبی ﷺ کے زمانے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو بھی قرار نہیں دیتے تھے، ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہم پھر ہم باقی صحابہ و رسول کو اسی طرح رہنے دیتے اور ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔''[2]

یہ وہ سب صحابہ کی شہادت ہے جسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نقل کر رہے ہیں، ابوبکر سب سے افضل ان کے بعد عمر بن خطاب اور ان کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم افضل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گواہی:

محمد بن حنفیہ، جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے بھی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو انھوں کہا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا: پھر کون؟ تو انھوں نے جواب میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام لیا، میں نے اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں اب عثمان رضی اللہ عنہ کا ہی نہ کہہ دیں، میں نے کہا: پھر آپ ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: میں تو مسلمانوں کا ایک عام سا آدمی ہوں۔[3]

---

[1] صحيح البخاري (3655)

[2] صحيح البخاري (3697)

[3] صحيح البخاري (3671)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ کوفہ کے منبر پر کہا کرتے تھے اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر اور افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ۔ علی رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کرنے والوں کی تعداد اسّی (80) سے بھی متجاوز ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اسے روایت کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ پہلے دور کے سب کے سب شیعہ اس پر متفق تھے کہ سب سے افضل ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں، جیسا کہ کئی ایک نے ذکر بھی کیا ہے۔“[1]

یہ احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دلالت کرتے ہیں کہ اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ میں سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر ان کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”کسی بھی معتبر مسلمان عالمِ دین نے یہ نہیں کہا کہ علی رضی اللہ عنہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما دونوں یا پھر صرف اکیلے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہی افضل ہیں، اور ان کو افضل کہنے پر علمائے سنت کے اجماع کا دعویٰ کرنے والا سب سے جھوٹا اور اجہل الناس ہے۔ یہ ائمہ اُمت میں متفق علیہ بات ہے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”صحابہ اور تابعین نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقدیم میں اختلاف نہیں کیا۔ جس نے اس اجماع سے خروج کیا اس نے مومنوں کے راستے سے ہٹ کر کسی اور راستے کی اتباع کی۔“

---

[1] منہاج السنۃ (1/308)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ:

10- اہلِ سنت کا عقیدہ کہ عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ اور علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہیں:

”وَيُثَلِّثُونَ بِعُثْمَانَ، وَيُرَبِّعُونَ بِعَلِيٍّ رضی اللہ عنہ، كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الآثَارُ“

”وہ عثمان رضی اللہ عنہ کو تیسرے اور علی رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر رکھتے ہیں۔“

يُثَلِّثُونَ: یعنی اہلِ سنت عثمان رضی اللہ عنہ کو تیسرے نمبر پر رکھتے ہیں۔

وَيُرَبِّعُونَ بِعَلِيٍّ: اور علی رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر رکھتے ہیں۔

اہلِ سنت و جماعت حضرات ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فضیلت کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر رکھتے ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر رکھتے ہیں۔اس اعتبار سے اس اُمت کے افضل ترین یہ چار لوگ ہیں۔

گو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان چاروں کی یہ ترتیب ایک ساتھ بھی بیان کر سکتے تھے، لیکن چونکہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی فضیلت پر امت میں کسی کا اختلاف نہیں جب کہ اس کے بعد کچھ لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تیسرے نمبر پر رکھا اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر رکھا۔ جب کہ جمہور علماء کی رائے کے مطابق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ فضیلت کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ چوتھے نمبر پر ہیں۔

فضیلت کے دو دلائل:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ فضیلت دو اعتبار سے بیان کی ہے:

① ”كما دلت عليه الآثار“

”جس طرح کہ اس پر آثار دلالت کرتے ہیں۔“

۱۔ ”عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه وأرضاه: ”أن النبي ﷺ دخل

حائطاً، فأمرني بحفظ باب الحائط، فجاء رجل يستأذن، فقال: ائذن له وبشره بالجنة، فإذا هو أبو بكر، ثم جاء آخر يستأذن، فقال: ائذن له وبشره بالجنة، فإذا هو عمر، ثم جاء آخر يستأذن فسكت هنيهة ثم قال: ائذن له وبشره بالجنة على بلوى تصيبه، فإذا عثمان بن عفان رضي الله عنه وأرضاه"[1]

٢ـ "و روى قتادة أن أنساً حدثهم قال: "صعد النبي ﷺ أحداً، ومعه أبو بكر وعمر وعثمان فرجف، فقال: أسكن أحد! فإنه ليس عليك إلا نبي وصديق وشهيدين" وكأن هذه الشهادة الصريحة من النبي ﷺ أن قتل عثمان شهادة، فالنبي هو محمد ﷺ، والصديق هو أبو بكر الصديق، والشهيدان: عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان رضي الله عنهما"

٣ـ "وعن نافع عن عبد الله بن عمر قال: "كنا في زمن النبي لا نعدل به أبي بكر أحداً، ثم عمر ثم عثمان ثم نترك أصحاب النبي ﷺ لا نفاضل بينهم"

٤ـ "ففي مسند أحمد أيضاً: "دخل عثمان، قال النبي ﷺ: ائتني برجل من أصحابك ـقال: أبو بكرـ قال: لا ـ قال: عمر؟ قال: لاـ قال: عثمان؟ قال: نعم. فدخل عثمان بن عفان رضي الله عنه وأرضاه فساره النبي ﷺ بكلام"

٥ـ عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ((أبو بكر في الجنة، وعمر في الجنة، وعثمان في الجنة، وعلى في الجنة))[2]

---

[1] متفق عليه [2] رواه الترمذي والنسائي وصححه الألباني، وللحديث تتمة.

٦۔ ”عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((القائم بعدي في الجنة، والذي يقوم بعده في الجنة، والثالث والرابع فى الجنة))[1]

٧۔ ”عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ أيضًا قال: قال رسول الله ﷺ: ((أرحم أمتي بأمتي أبو بكر، وأشدهم في أمر الله عمر، وأصدقهم حياء عثمان ...))[2]

ان تمام آثار میں ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر کیا جاتا رہا اور یہ ترتیب زبانِ نبوت ﷺ سے ثابت ہے، لہٰذا اس طرح کے آثار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ترتیب فضیلت میں تیسرے نمبر پر ہیں۔

② ”وكما أجمع الصّحابة على تقديم عثمان فى البيعة“

”اور جس طرح کہ بیعت کرتے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی تقدیم پر اجماع کیا۔“

علماء کا اختلاف:

11- ”مَعَ أَنَّ بَعْضَ أَهْلِ السُّنَّةِ كَانُوا قَدِ اخْتَلَفُوا فِي عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رضی اللہ عنہما بَعْدَ اتِّفَاقِهِمْ عَلَى تَقْدِيمِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ؟ فَقَدَّمَ قَوْمٌ عُثْمَانَ وَسَكَتُوا، أَوْ رَبَّعُوا بِعَلِيٍّ“

”یہ اس امر کے باوجود کہ بعض اہلِ سنت وجماعت نے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی تقدیم پر اتفاق کرنے کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ میں اختلاف کیا ہے

---

[1] رواه ابن عساكر، وصححه الألباني

[2] أخرجه الترمذي والنسائي، وللحديث تتمة.

کہ ان میں سے افضل کون ہے؟ کچھ لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم رکھنے کے بعد خاموشی اختیار کر لیتے ہیں یا پھر علی رضی اللہ عنہ کو چوتھے پر رکھتے ہیں۔"

"وَقَدَّمَ قَوْمٌ عَلِيًّا، وَقَوْمٌ تَوَقَّفُوا"

"کچھ لوگ علی رضی اللہ عنہ کو مقدم کرتے جب کہ کچھ توقف اختیار کرتے ہیں۔"

یعنی وہ کہتے ہیں: ابوبکر، پھر عمر، پھر علی اور پھر عثمان رضی اللہ عنہم۔

یہ اہلِ سنت وجماعت کی آراء میں سے ایک رائے ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم جانتے ہیں جب کہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ توقف اختیار کیا جائے یعنی عثمان و علی رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو دوسرے پر مقدم نہ جانا جائے۔

اس طرح اس بارے میں چار آراء ہیں:

① ابوبکر، عمر، پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم۔

② ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہم اور پھر سکوت۔

③ ابوبکر، پھر عمر، پھر علی اور پھر عثمان رضی اللہ عنہم۔

④ ابوبکر، پھر عمر رضی اللہ عنہما۔ پھر اس بات میں توقف کہ عثمان افضل ہیں یا علی رضی اللہ عنہما۔

اس رائے کے حاملین کا کہنا ہے کہ ہم نہ تو یہ کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور نہ یہ کہ علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ مگر ہم ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بعد کسی اور کو ان دونوں پر مقدم تسلیم نہیں کرتے۔

ان میں سے پہلی رائے سب سے زیادہ مشہور اور متداول ہے اور جن آثار اور نصوص کا ذکر سابقہ صفحات میں کیا گیا ہے وہ بھی اسی رائے پر دلالت کر رہی ہیں۔

راجح موقف:

12- "لَكِنِ اسْتَقَرَّ أَمْرُ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلَى تَقْدِيمِ عُثْمَانَ، ثُمَّ عَلِيٍّ"

اس طرح اہلِ سنت و جماعت کا فیصلہ یہ قرار پایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے افضل فرد ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم، یعنی خلافت میں ان کی ترتیب کے مطابق اور یہی بات درست ہے۔

13- ”وَإِنْ كَانَتْ هَذِهِ الْمَسْأَلَةُ مَسْأَلَةُ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ لَيْسَتْ مِنَ الْأُصُولِ الَّتِي يُضَلَّلُ الْمُخَالِفُ فِيهَا عِنْدَ جُمْهُورِ أَهْلِ السُّنَّةِ“

”اگرچہ یہ مسئلہ، عثمان و علی رضی اللہ عنہما کا مسئلہ، ان اصولوں میں سے نہیں ہے جن کے مخالفین کو جمہور اہلِ سنت کے نزدیک گمراہ کہا جاسکتا ہے۔“

یعنی عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان مسئلہ فضیلت و تقدیم ایسا اجماعی مسئلہ نہیں ہے جس کی بنیاد پر اختلاف رائے رکھنے والے پر گمراہی کا حکم لگایا جائے۔ اگر کوئی شخص علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل بتاتا ہے تو ہم اسے گمراہ نہیں کہتے، ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی اہلِ سنت کی ایک مرجوح رائے ہے۔ لیکن یہاں یہ بات واضح رہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل جاننے کے پیچھے اگر عثمان رضی اللہ عنہ کی تنقیص مراد ہے تو یہ فضیلت کسی صورت مستحسن نہیں ہے۔ اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کو افضل جاننا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص، تو یہ افضیلت بھی مستحسن رویہ نہیں ہے۔ اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک کسی ایک صحابی کی فضیلت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کے بالمقابل دوسرے صحابی کی تنقیض مراد ہو۔

مسئلہ خلافت:

14- ”لَكِنَّ الَّتِي يُضَلَّلُ فِيهَا: مَسْأَلَةُ الْخِلَافَةِ“

مگر جس مسئلے کے بارے میں گمراہ کہا جاسکتا ہے وہ مسئلہ خلافت ہے۔

لیکن مسئلہ خلافت کے پہلو سے جب دیکھا جائے گا تو لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ

کے بعد آپ کی امت میں پہلے خلیفہ ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اب اس ترتیب کے برخلاف کوئی شخص یہ کہے کہ ان تینوں کے علاوہ خلیفہ صرف علی رضی اللہ عنہ ہیں تو یہ شخص یقیناً گمراہ ہے، اسی طرح وہ شخص بھی گمراہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بعد خلافت علی رضی اللہ عنہ کا حق ہے۔ اس لیے کہ یہ اجماع صحابہ کی مخالفت ہے۔

15- ”وَذَلِكَ أَنَّهُمْ يُؤْمِنُونَ أَنَّ الْخَلِيفَةَ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ“

”اہلِ سنت وجماعت کا اس بات پر ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان اور پھر علی (رضی اللہ عنہم) مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔“

مسئلہ خلافت کے بارے میں اہلِ سنت وجماعت کا اس ترتیب پر اجماع ہے۔ گوکہ کچھ علماء نے خلافت میں ترتیب کو مطلق فضیلت پر بھی محمول کیا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے سابقہ سطور میں یہ بات بیان کر دی ہے کہ ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے حوالے سے تو یہ کہا جا سکتا ہے لیکن سیدنا عثمان غنی اور علی رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ نہیں کہا جا سکتا۔

خلافت میں طعن کرنے والا گدھے سے بڑھ کر گمراہ ہے:

16- ”وَمَنْ طَعَنَ فِي خِلَافَةِ أَحَدٍ مِنْ هَؤُلَاءِ، فَهُوَ أَضَلُّ مِنْ حِمَارِ أَهْلِهِ“

”ان میں سے کسی ایک کی خلافت میں طعنہ زنی کرنے والا اپنے گھر والوں کے گدھے سے بھی بڑھ کر گمراہ ہے۔“

خلفائے اربعہ کے متعلق اجمالی عقیدہ:

مذکورہ بالا خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کے حوالے سے کچھ باتیں تو واضح سمجھ لینی چاہئیں:

① خلفائے اربعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

② امت میں انبیاء کے بعد بالترتیب سب سے افضل ہیں۔

③ چاروں خلفاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودہ ترتیب فضیلت میں بھی اسی طرح ہے۔

④ افضلیت کی گذشتہ ترتیب کا یہ مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان میں سے کسی غیر کو اگر کسی چیز میں اس پر فضیلت حاصل ہے تو اسے ہر چیز میں اس پر فضیلت حاصل ہے، بلکہ ممکن ہے کہ مفضول کو کوئی ایسی فضیلت بھی حاصل ہوسکتی ہے جس میں کوئی بھی اس کا شراکت دار نہیں ہوسکتا تھا۔ جیسا کہ بعض صحابہ کو مختلف فضیلتیں حاصل ہیں۔ خلفاء اربعہ یا کسی اور کا کسی ایسی خوبی کے ساتھ ممتاز ہونا جس کے ساتھ وہ کسی دوسرے پر فضیلت رکھتا ہو، افضلیت مطلقہ پر دلالت نہیں کرتا، لہٰذا اطلاق اور تقیید میں فرق ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

⑤ خلفائے اربعہ کی خلافت برحق ہے۔

⑥ خلفائے اربعہ میں سے کسی ایک کی خلافت کا انکار گمراہ کن فکر ہے کیونکہ مختلف گمراہ کن فرقوں میں روافض خلافت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے منکر ہیں ان کے نزدیک پہلے تینوں خلفاء معاذ اللہ ظالم اور غاصب تھے، انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے خلافت غصب کرتے ہوئے ان پر ظلم ڈھایا۔اسی طرح خوارج خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے توہین آمیز رویے کے حامل ہیں۔ بحیثیت اہلِ سنت و جماعت ہم خلفائے اربعہ کی خلافت کو حق سمجھتے ہیں۔

⑦ خلفائے اربعہ کی خلافت کے زمانے میں رونما ہونے والے واقعات اور واقعات کے نتائج کی روشنی میں خلفائے اربعہ پر کسی بھی اعتبار سے طعن زنی کرنا جائز نہیں ہے۔

⑧ خلافت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ایسے حوادث رونما ہوئے جن کے فہم کے

لیے منہجِ سلف صالحین بہت ضروری ہے، وگرنہ ان واقعات کی توجیہات وتاویلات کرتے وقت افراط وتفریط کا شکار ہونے کا امکان رہتا ہے۔

⑨ خلفائے اربعہ کے زمانے میں وقوع پذیر حوادث میں باہمی تنازعات ومشاجرات کے حوالے سے حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے، سب سے افضل رویہ سکوت اور خاموشی کا ہے۔ یا پھر ائمہ تاریخ کی طرح روایات بیان کر دی جائیں ان سے نتائج اخذ نہ کیے جائیں اوران کے تجزیات نہ کیے جائیں۔ کیونکہ ہر واقعے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وجود لازمی نظر آتا ہے، لہٰذا عمومی تاریخ کا رویہ یہاں اختیار کرنا توہین وتنقیص کا سبب بن سکتا ہے۔

⑩ خلفائے اربعہ کی خلافت برحق ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم ان کی آراء وموقف وفیصلوں کے مقابل آنے والے صحابہ کرام کی توہین یا تنقیص کریں اور انھیں باطل پر سمجھیں۔

اہلِ سنت وجماعت کی اہلِ بیت سے محبت:

17- ”وَيُحِبُّونَ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَيَتَوَلَّوْنَهُمْ“

”اہلِ سنت، اہلِ بیت سے محبت کرتے اور انھیں اپنے اولیاء گردانتے ہیں۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس جملے میں سب سے اہم ترین اصطلاح ”اہلِ بیت“ ہے جس کا سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ عمداً یا سہواً یا لاشعوری رفض کے زیرِ اثر اس لفظ کا استعمال بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کا سبب بن جاتا ہے۔

لفظ ”اہلِ بیت“ دراصل دو کلمات کا مجموعہ ہے:

ایک ”اہل“ اور دوم ”بیت“۔

لفظ ”اہل“ کے ساتھ ایک اور لفظ ”آل“ بھی تقریبا اسی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا استعمال زیادہ تر رسول کی نسبت سے استعمال کیا جاتا ہے یعنی

''آلِ رسول'' اور لفظ ''اہل'' بیت کی نسبت سے استعمال ہوتا ہے یعنی ''اہل بیت''۔

دونوں الفاظ لفظی فرق کے ساتھ ایک ہی مفہوم کے حامل ہیں۔ اسی طرح آلِ محمد، اہلِ بیتِ رسول، عترتِ رسول، آلِ کساء، آلِ عباء، اور پھر اس کی نسبت سے ''سید'' اور ''سادات'' اور عصرِ حاضر میں ''ہاشمی'' اور ''شاہ'': ان سب اصطلاحات کا معنوی اعتبار سے تعلق آلِ رسول اور اہلِ بیتِ رسول سے ہی ہیں۔

واضح رہے ان میں سے کچھ اصطلاحات کا تصور خالص رفض پر مبنی ہے، جیسا کہ آلِ کساء وغیرھا، لہٰذا ہماری کوشش ہوگی کہ اس حوالے سے اختصار سے ثابت شدہ امر پیش کر دیں۔

ہمارے معاشرے میں لاشعوری رفض اس قدر سرایت کر چکا ہے کہ ''اہلِ بیت'' کا لفظ جیسے ہی سماعت سے ٹکراتا ہے صرف خانوادۂ علی رضی اللہ عنہ ہی ذہن میں آتا ہے، بلکہ خانوادۂ علی رضی اللہ عنہ میں سے بھی صرف سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد پر انطباق کیا جاتا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی تینوں بیٹیوں کا ذکر بالکل ندارد ملتا ہے۔ اور یہاں یہ ظلم بھی ملتا ہے کہ خانوادۂ علی رضی اللہ عنہ سے جس کی شادی غیر سادات کے ساتھ ہوئی، اس کی اولاد کو بھی اس نسبت سے خارج کر دیا گیا۔ بات صرف یہی نہیں بلکہ سب سے بڑی زیادتی یہ ہوئی کہ ازواجِ مطہرات ہی کو اہلِ بیت یا آلِ رسول یا عترتِ رسول کے مفہوم سے خارج کر دیا گیا، حالانکہ کتاب و سنت سے ہٹ کر لغت کی رو سے بھی اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اولین مصداق ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔

قرآن و حدیث اور لُغت کی رُو سے ازواجِ مطہرات اہلِ بیت کی اوّلین مصداق ہیں اور اولاد و دیگر متبعین تبعاً اور الحاقی کیفیت میں دعائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شامل ہیں۔

لہٰذا اس لفظ کو سمجھنے کے لیے چند الفاظ کو سمجھنا ضروری ہے:

آل، اہل، اہلِ بیت، آلِ رسول۔

لفظ ''آل'' کے لغوی معنی:

مشہور لغوی ابن منظور الافریقی آل کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وآلُ الرَّجُلِ: أَهْلُه وآلُ اللَّهِ وآلُ رَسُولِهِ: أَولياؤه''[1]

''آدمی کی آل اس کے گھر والے ہوتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی آل ان کے دوستوں کو کہا جاتا ہے۔''

''آل الرَّجُلِ: اَهْلُه وَعَيالُه وَاَتْبَاعُه وَاَنصارُهُ''

''کسی آدمی کی آل کے معنی ہیں: اس کے گھر والے اور بچے، اس کے پیروکار اور اس کے مددگار۔''

قرآن مجید میں اس لفظ کے معنی قوم، اولاد، خاندان اور وارث کے مشہور ہیں۔ جیسا کہ آلِ ابراہیم، آلِ یعقوب، آلِ عمران، آلِ لوط، آلِ ہارون اور آلِ فرعون وغیرہا، قرآنی تراکیب سے ظاہر ہے۔

لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ کسی شخص کی آل میں وہی لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو اس کی اتباع کرتے ہوں۔ اس کی ایک مثال اللہ کے نبی نوح علیہ السلام کا حقیقی بیٹا کنعان ہے جو کافر ہونے کی وجہ سے اہلِ بیتِ نوح میں شمار نہ ہوا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (ابولہب و ابو طالب) ایمان لانے کی سعادت سے محروم رہے، وہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہیں، بخلاف اس کے جو صاحبِ ایمان ہے۔ اسلام کی نسبت سے وہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہے۔ اس بات کو امام قرطبی اس طرح بیان کرتے ہیں:

''آلُ فِرْعَوْنَ قَوْمُهُ وَأَتْبَاعُهُ وَأَهْلُ دِينِهِ، وَكَذَلِكَ آلُ الرَّسُولِ ﷺ مَنْ هُوَ عَلَى دِينِهِ وَمِلَّتِهِ فِي عَصْرِهِ وَسَائِرِ الْأَعْصَارِ

---

[1] لسان العرب (30/11)

سَوَاءٌ كَانَ نَسِيبًا لَهُ أَوْ لَمْ يَكُنْ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ عَلَى دِينِهِ وَمِلَّتِهِ فَلَيْسَ مِنْ آلِهِ وَلَا أَهْلِهِ وَإِنْ كَانَ نَسِيبَهُ وَقَرِيبَهُ خِلَافًا لِلرَّافِضَةِ حَيْثُ قَالَتْ: إِنَّ آلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فاطمة وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فَقَطْ. دَلِيلُنَا قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ﴾ [البقرة: 50] ﴿أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ [الغافر: 46] أَيْ آلَ دِينِهِ إِذْ لَمْ يَكُنْ لَهُ ابْنٌ وَلَا بِنْتٌ وَلَا أَبٌ وَلَا عَمٌّ ولا أخ ولا عصبة، ولأنه لا خوف أَنَّ مَنْ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ وَلَا مُوَحِّدٍ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ وَإِنْ كَانَ قَرِيبًا لَهُ وَلِأَجْلِ هَذَا يُقَالُ: إِنَّ أَبَا لَهَبٍ وَأَبَا جَهْلٍ لَيْسَا مِنْ آلِهِ وَلَا مِنْ أَهْلِهِ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ قَرَابَةٌ، وَلِأَجْلِ هَذَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي ابْنِ نُوحٍ: ﴿إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾"[1]

"آلِ فرعون سے قوم، پیروکار اور اس کے ہم مذہب لوگ مراد ہیں۔ اسی طرح آلِ رسول سے وہ لوگ مراد ہیں جو آپ ﷺ کے زمانے اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے دینِ اسلام پر قائم ہوں، خواہ وہ آپ ﷺ کے رشتے دار ہوں یا نہ ہوں۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے دین پر نہ ہو وہ نہ آپ ﷺ کی آل میں شامل ہے نہ آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں، اگرچہ وہ آپ ﷺ کا قریبی رشتے دار ہی کیوں نہ ہو۔ شیعہ روافض اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ آلِ رسول صرف فاطمہ اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ ان کے علاوہ وہ آلِ رسول میں کسی اور کو شامل نہیں کرتے۔ شیعہ روافض کے خلاف ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

---

[1] تفسير القرطبي (1/382-381)

’’فرعون کے اتباع کو ہم نے غرق کر دیا۔‘‘ [البقرۃ: 50] ’’فرعون کے تابعداروں کو سخت عذاب میں ڈال دو۔‘‘ [الغافر: 46] یہاں اتباع اور تابع دار مراد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فرعون کی نہ کوئی اولاد تھی اور نہ باپ، چچا اور بھائی تھا اور نہ کوئی اس کا عصبہ تھا۔ اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص مومن مؤحد نہ ہو، وہ آلِ محمد ﷺ میں داخل نہیں ہے اگرچہ وہ نسب میں آپ کا قریبی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ابولہب اور ابوجہل آنحضور ﷺ کے ساتھ رشتہ قرابت رکھنے کے باوجود آپ ﷺ کے آل اور اہل میں شامل نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ان کے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ ایمان دار نہیں تھا۔‘‘

قرآن پاک میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ [الغافر: 46]

اس آیت میں بھی آل سے مراد اَتباع ہیں۔

لفظ ’’آل‘‘ قرآن میں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ’’آل‘‘ کا لفظ تقریباً پچیس مرتبہ استعمال کیا ہے اور ہر مرتبہ کسی معروف ومشہور شخصیت کے ساتھ بطور مضاف استعمال ہوا ہے۔

لفظ ’’آل‘‘ چودہ مرتبہ فرعون کے ساتھ قرآن پاک کے مختلف مقامات پر آیا ہے۔ چار مرتبہ ’’آل‘‘ کا لفظ لوط علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے:

﴿ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الحجر: 59]

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِالْمُرْسَلُوْنَ ﴾ [الحجر: 61]

﴿ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ﴾ [النمل: 56]

﴿ إِنَّآ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّآ ءَالَ لُوطٍ ﴾ [القمر: 34]

آل کا لفظ ایک مرتبہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے:

﴿ وَءَالَ إِبْرَٰهِيمَ ﴾ [آل عمران: 33]

آل کا لفظ دو مرتبہ یعقوب علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے:

﴿ وَعَلَىٰٓ ءَالِ يَعْقُوبَ ﴾ [یوسف: 6]

﴿ يَرِثُنِى وَيَرِثُ مِنْ ءَالِ يَعْقُوبَ ﴾ [مریم: 6]

آل کا لفظ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے:

﴿ مِّمَّا تَرَكَ ءَالُ مُوسَىٰ ﴾ [البقرة: 248]

ایک مرتبہ ہارون علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے:

﴿ وَءَالُ هَٰرُونَ ﴾ [البقرة: 248]

ایک مرتبہ داود علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے:

﴿ ٱعْمَلُوٓا۟ ءَالَ دَاوُۥدَ ﴾ [سبأ: 13]

ایک مرتبہ سیّدہ مریم علیہا السلام کے والد عمران کے ساتھ آیا ہے:

﴿ وَءَالَ عِمْرَٰنَ ﴾ [آل عمران: 33]

اہلِ تشیع کے مصادر مین بھی آل کا لفظ کثرت کے ساتھ قوم اور پیروکار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

مشہور شیعہ مفسر قرآن ملا مقبول دہلوی ﴿ وَأَغْرَقْنَآ ءَالَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴾[البقرة: 50] کا ترجمہ کرتے ہیں:

''اور تمھارے دیکھتے ہی دیکھتے فرعون والوں کو ڈبو دیا۔''[1]

اسی طرح ملا فتح علی کاشانی ﴿ فَأَنجَيْنَٰكُمْ وَأَغْرَقْنَآ ءَالَ فِرْعَوْنَ ﴾ [البقرة: 50]

---

[1] ترجمہ مقبول تحت آیت مذکورہ۔

کے تحت لکھتے ہیں:

''از اتباع و متعلقانِ فرعون۔''[1] ''فرعون کے متبعین و متعلقین سے۔''

مذکورہ بالا تمام آیات میں لغوی و تفسیری سیاق و سباق کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ آل کا مطلب گروہ، اتباع و انصار، جماعت، پیروکار، قوم اور طرف دار ہے۔ بعض مقامات پر اولاد کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے، لیکن وہاں بھی اتباع و پیروکاری کا وصف نمایاں ہے۔ اور کسی مقام پر محض اولاد یا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے آل کا اطلاق نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح لفظ آل میں بیوی شامل ہے۔ کیونکہ قرآن نے واقعہ لوط علیہ السلام میں بیوی کو مستثنیٰ کر دیا:

﴿اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿59﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ﴾ [الحجر: 59، 60]

اگر بیوی آل میں شامل نہ ہوتی تو اس استثناء کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

﴿فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ [القصص: 8]

دریا سے سیّدہ آسیہ علیہا السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو نکالا تھا جو فرعون کی بیوی تھیں، اللہ نے انھیں آلِ فرعون کہا۔

معلوم ہوا کہ قرآنی اصطلاح میں بیوی آل ہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ قرآن مجید میں لفظ آل: ابراہیم، لوط، یعقوب، موسیٰ، ہارون اور داؤد علیہم السلام کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے، لیکن پورے قرآن میں کسی ایک مقام پر بھی اور کسی معنی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استعمال نہیں کیا گیا۔ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی اصطلاح نہیں ہے۔

اس کا موجودہ مفہوم اور آلِ عباء و کساء کے ساتھ تخصیص عبداللہ بن سبا اور اُس کی ذُرّیت کی ایجاد ہے۔ جن صحیح احادیث اور روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] تفسیر منہج الصادقین (182/1)

اس کا استعمال ثابت ہے، اُن میں ازواجِ مطہرات، اہلِ ایمان، اور تمام اہلِ توحید شامل ہیں۔ جس نے اللہ کا پیغام قبول کیا وہ اس کی آل میں داخل ہو جاتا ہے اور جو اس پیغام کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے وہ آل سے خارج ہو جاتا ہے، خواہ اُس کی صُلبی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔

لفظ ''آل'' حدیث میں:

آل کا لفظ جن معنی میں قرآن میں استعمال ہوا ہے، اُسی طرح احادیث میں بھی استعمال ہوا ہے۔ ان روایات سے محض اولاد مراد لینا اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو خارج قرار دینا محض جہالت اور اُن کی توہین کے مترادف ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

❁ ''فَأَطَافَ بِآلِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَقَدْ طَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُولَئِكَ بِخِيَارِكُمْ''[1]

بہت سی عورتیں آلِ رسول ﷺ (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن) کے پاس جمع ہوئیں اور اپنے خاوندوں کی شکایتیں کرنے لگیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری گھر والیوں (آلِ محمد ﷺ) کے پاس بہت سی عورتیں اپنے خاوندوں کی زیادتی کی شکایت کر رہی ہیں (یاد رکھو اپنی بیویوں کو تنگ کرنے والے) اچھے آدمی نہیں ہیں۔

❁ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے:

''إِنْ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ ﷺ لَنَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ، إِنْ هُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ''[2]

''ہم آلِ محمد ﷺ کا یہ حال تھا کہ مہینا مہینا بھر تک آگ نہ سلگاتے،

---

[1] سنن أبي داود و ابن ماجه كتاب النكاح.

[2] صحيح مسلم (2972)

صرف کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے۔"

❁ ایک دوسری روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ" [1]

"آلِ محمد ﷺ دو دن تک برابر جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے۔"

❁ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ بُرٍّ، ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتَّى قُبِضَ" [2]

"عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی آل جب سے آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، کبھی تین دن برابر گیہوں کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے وفات پائی۔"

❁ "اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا" [3]

❁ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! محمد (ﷺ) کی آل کو بقدر کفاف روزی دے۔

❁ "سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ؟ فَقَالَ: آلُ مُحَمَّدٍ كُلُّ تَقِيٍّ" [4]

"رسول اللہ ﷺ سے جب آل کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہر متقی محمد (ﷺ) کی آل ہے۔"

ان تمام احادیث کے الفاظ اور مفہوم پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ آل سے مراد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔

جس حدیث میں "حَتَّى قُبِضَ" کے الفاظ ہیں اس پر غور کریں کہ وہ کون

---

[1] صحيح مسلم (2970)
[2] صحيح مسلم (2970)
[3] صحيح مسلم كتاب الزهد.
[4] فتح الملهم شرح صحيح مسلم (ص: 47)

سے گھر تھے جہاں آگ نہیں جلتی تھی؟

رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں تو اپنے اپنے گھروں میں رہائش پذیر تھیں۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تو اپنے والدین علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہتے تھے۔

جب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے عثمان رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس مالِ فئے سے اپنا حصہ لینے کے ارادے سے بھیجنا چاہا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ پیغمبر کا کوئی ورثہ نہیں ہوتا، جو وہ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے:

"إنما يأكل آل محمد ﷺ فِيُ هَذَا الْمَالِ، فانتهى أزواج النبى ﷺ"[1]

البتہ محمد ﷺ کی آل اس میں سے کھا سکتی ہے۔ یہ سُن کر ازواج النبی ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، یوں کہا کرو:

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ"[2]

''اے اللہ اپنی خاص رحمت فرما محمد پر اور آپ کے گھر والوں پر جیسا کہ تُو نے رحمت فرمائی ابراہیم پر اور آپ کے گھر والوں پر۔ بے شک تُو حمد و ستائش کے لائق اور عظمت و بزرگی والا ہے۔ اے اللہ خاص برکتیں نازل فرما محمد اور آپ کے گھر والوں پر جیسے تُو نے برکتیں نازل فرمائیں

[1] صحيح البخاري كتاب المغازى

[2] رواه البخاري و مسلم

ابراہیم اور آپ کے گھر والوں پر بے شک تُو حمد و ستائش کے لائق اور عظمت و بزرگی والا ہے۔‘‘

درود شریف میں آلِ محمد سے آپ ﷺ کے گھر والے یعنی ازواجِ مطہرات اور ذرّیت مراد ہے اور اسی طرح آلِ ابراہیم علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام کے گھر والے۔

”عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَقَالَ: قُولُوا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ“[1]

’’ابو حُمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح پڑھا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کرو: اے اللہ اپنی خاص رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور آپ ﷺ کی نسل پر جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی آلِ ابراہیم علیہ السلام پر اور خاص برکت نازل فرما محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات پر، آپ ﷺ کی نسل پر جیسا کہ آپ نے برکتیں نازل فرمائیں آلِ ابراہیم علیہ السلام پر۔ بے شک تُو حمد و ستائش کے لائق اور عظمت و بزرگی والا ہے۔‘‘

بخاری کی اس حدیث میں دونوں جگہ آلِ محمد کی بجائے ”أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ“ فرمایا گیا ہے، تو اس طرح رسول اللہ ﷺ نے خود لفظ آل کی تشریح فرما دی کہ اس سے مراد اولاً ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں، ثانیاً اولاد و ذرّیت۔

---

[1] موطأ، صحيح البخاري

قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”یہ لفظ آل، ازواج کے لیے بھی آیا ہے۔ دیکھو ابونعیم کی حدیث میں ”اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ“ ہے اور ابوحُمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ”اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ“ ہے۔ یعنی حدیث دوم حدیث اوّل کی تفسیر کرتی ہے۔“[1]

اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اہلِ بیت کے صحیح مفہوم کو بھی مسخ کر دیا گیا ہے۔ حقیقی اہلِ بیت کو خارج کر کے تبعاً جن خوبصورت وجودوں کو اہلِ بیت میں شامل کیا گیا صرف انھیں ہی اہلِ بیت قرار دے دیا گیا۔

اہلِ بیت دو لفظوں کا مجموعہ ہے: اہل اور بیت۔ اور اس کا صحیح اور واحد ترجمہ یہ ہے: گھر والے۔ اس کا مفہوم متعین کرنے کے لیے کسی تجزیہ و تحلیل کی ضرورت نہیں۔ جس شخص کے اہلِ بیت کا ذکر ہو گا، اُسی کے گھر کے متعلقین اس سے مراد ہوں گے، اور ان میں بیویاں سب سے پہلے شامل ہوں گی۔ بیویوں کے بعد اولاد کا درجہ ہو گا جو والدین کے ساتھ رہائش پذیر ہو۔ دوسرے گھروں میں سکونت رکھنے والی اولاد یا افراد اُس شخص کے اہلِ بیت میں شامل نہیں ہوں گے۔

واضح رہے یہ مفہوم عرف کے اعتبار سے ہے، اس اعتبار سے اہلِ بیت کے معنی ہوئے: گھر والے۔ گھر والوں میں خاندان کا سربراہ، اُس کی بیویاں، اولاد، داماد اور دیگر افراد بشمولِ ملازمین سب ہی شمار ہوتے ہیں۔ فارسی میں بھی بیوی کو اہلِ خانہ کہا جاتا ہے جو اہلِ بیت ہی کا فارسی ترجمہ ہے۔ اہل کی نسبت انسان، گھر، علم، دولت سب کی طرف ہو سکتی ہے۔ مگر آل کی نسبت صرف دُنیاوی یا دینی عزت و وجاہت

---

[1] رحمۃ للعالمین (ج2، ص:139)

والے انسان کی طرف ہی ہوتی ہے۔

''اہل'' کا لغوی مطلب:

علامہ ابن منظور افریقی ''اہل'' کے تحت لکھتے ہیں:

''وفي الحديث: ''أَهْلُ القرآن هُمْ أَهْلُ اللّٰه وخاصَّته'' وأَهْلُ الْأَمْر وُلاتُه، وأَهْلُ الْبَيْت سُكَّانه، وأَهل الرجل أَخَصُّ النَّاس بِه، وأَهْلُ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ أَزواجُه وبَناته وصِهْرُه أَعني: عليًّا رضی اللہ عنہ، وقيل: نساء النبي ﷺ وأَهْلُ كل نَبِيٍّ أُمَّته''[1]

''اہل القرآن وہ لوگ ہیں جو اللہ والے اور اُس کے خاص بندے ہیں۔ اہل الامر سے مراد نظامِ سلطنت چلانے والے ہیں۔ اہل البیت گھر میں رہائش پذیر لوگ۔ اہل الرجل، کسی آدمی کے خاص تعلق دار۔ اہلِ بیت نبی ﷺ، آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، آپ ﷺ کی صاحبزادیاں اور آپ ﷺ کے داماد۔ اور اہلِ بیت نبی ﷺ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ صرف آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی ہیں اور ہر نبی کی اہل اُس کی اُمّت ہے۔''

اسی طرح زبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں:

''والأهل للمذهب من يدين به ويعتقده، والأهل للرجل زوجته، ويدخل فيه أولاده والأهل للنبي ﷺ أزواجه وبناته وصهره وإن أهل كل نبي أمته وأهل ملته''[2]

''اہلِ مذہب، اُس مذہب کے ماننے والے اور اس پر اعتقاد رکھنے

---

[1] لسان العرب جلد (29/1) بیروت

[2] تاج العُروس للزُبَیدی

والے۔ اہل الرجل، اس کی بیوی، بیٹیاں اور داماد۔ اور ہر نبی کے اہل اُس کی اُمّت اوراس کی ملّت والے ہیں۔''

اہلِ بیتِ رسول:

اہل رسول اللہ ﷺ کے ذکر میں رسول اللہ ﷺ کے گھر والے مراد ہوں گے۔ اہلِ بیت یا اہلِ بیت النبی ﷺ سے مراد ہیں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں، بیٹیاں اور داماد۔ صاحبِ محیط نے لکھا ہے کہ ''اہل'' سے بالخصوص بیوی مراد ہوتی ہے۔ دین میں اشتراک کے لیے بھی یہ لفظ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً نوح علیہ السلام کو اُن کے بیٹے کے سلسلے میں کہا گیا ہے: ﴿ اِنَّهٗ لَیۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ﴾ [ھود: 46]

یہاں اہل میں نہ ہونے کی وجہ سے دین اور طریق میں عدم اشتراک ہے۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا حقیقی معنوں میں تب اہل ہوتا، جب وہ دین اور طریق میں بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلتا۔ اہل کے معنی مالک، حصہ دار اور شایانِ شان بھی ہیں۔[1]

مذکورہ بالا کتبِ لُغت سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ لفظ آل کی طرح اہل بھی کثیر المعانی لفظ ہے۔ یہ دونوں لفظ الگ الگ استعمال ہونے کے باوجود تقریباً ایک ہی مفہوم کے حامل ہیں۔ جس طرح آل کے مفہوم میں بیوی، قوم، پیروکار اور قرابت دار شامل ہیں، اُسی طرح اہل کے مفہوم میں بھی یہ لوگ داخل ہیں۔

لفظ ''اہل'' قرآن میں:

''آل'' کی طرح لفظ ''اہل'' بھی قرآن مجید میں مختلف معانی میں کثرت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ مالک، وارث، حق دار، مکین، پیروکار، قوم، اُمّت اور بیوی سب ہی اس سے مراد لیے گئے ہیں۔

---

[1] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور (جلد 3، ص: 575)

① ﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقٰعِدَ لِلْقِتَالِ﴾ [آل عمران:121]

''اے پیغمبر! مسلمانوں کے سامنے اُس موقع کا ذکر کرو جب تم صبح سویرے اپنے گھر سے نکلے تھے مسلمانوں کو جنگ کے لیے جا بجا مامور کر رہے تھے۔''

یہاں ﴿مِنْ اَهْلِكَ﴾ سے عائشہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔ اُن کے گھر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تھے۔شیعہ مفسر فتح اللہ کاشانی لکھتا ہے:

''﴿وَاِذْ غَدَوْتَ﴾ یاد کُن اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) چوں بامداد بیرون شدی ﴿مِنْ اَهْلِكَ﴾ از منزل عائشہ رضی اللہ عنہا۔''[1]

''اور یاد کیجیے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) جب صبح کے وقت آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر تشریف لائے۔''

② ﴿قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

[یوسف: 25]

''اُس عورت نے کہا: کیا سزا ہے اُس شخص کی جو تیری گھر والی پر نیت خراب کرے؟ اس کے سوا اور کیا سزا ہوسکتی ہے کہ وہ قید کیا جائے یا اُسے سخت عذاب دیا جائے۔''

اس آیت میں بھی اہل سے مراد بیوی ہی ہے۔

③ ﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا﴾ [القصص: 29]

''جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر چلے تو طور کی جانب اُن کو ایک آگ نظر آئی تو انھوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: ٹھہرو۔''

---

[1] تفسیر منہج الصادقین (ج 2، ص:311) تہران۔

یہاں دو بار ''اہل'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اور دونوں سے مراد صرف بیوی ہے۔شیعہ مفسر ابوعلی فضل بن حسن طبرسی لکھتا ہے:

''﴿ لِاَهۡلِهٖ ﴾ وَهِیَ بِنتُ شُعَیبٍ کَانَ تَزَوَّجَها بِمَدیَنَ''[1]

''اہل سے مراد بنتِ شعیب علیہ السلام ہے جن سے موسیٰ علیہ السلام نے مدین میں شادی کی تھی۔''

شیعہ مفسر فیض کاشانی لکھتا ہے:

''﴿ وَسَارَ بِاَهۡلِهٖۤ ﴾ بِامۡرَاتِهٖ''[2]

''اپنی اہل یعنی بیوی کو لے کر روانہ ہوئے۔''

④ ﴿ وَهَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ مُوۡسٰى ۘ اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا ﴾ [طٰهٰ: 10-9]

''اور تمھیں کچھ موسیٰ کی خبر بھی پہنچی ہے؟ جب کہ اُس نے ایک آگ دیکھی اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ ذرا ٹھہرو۔''

مذکورہ آیت میں اہل سے مراد بیوی ہے۔

⑤ ﴿ قَالَ اَخَرَقۡتَهَا لِتُغۡرِقَ اَهۡلَهَا ﴾ [الکھف: 71]

''(موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں؟

ظاہر ہے کہ اہلِ کشتی وہی تھے جو کشتی میں سوار تھے۔ کنارے پر کھڑے یا گھر میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو تو اہلِ کشتی نہیں کہا گیا۔ لہٰذا اہلِ بیت وہی ہوتے ہیں جو گھر میں مستقل مقیم ہوتے ہیں اور اہلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہوئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر

[1] تفسیر مجمع البیان (5/4) تهران

[2] تفسیر صافی (260/2) تهران

میں ہمیشہ مقیم تھے اور وہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے علاوہ اور کون ہے؟

⑥ ﴿ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ [النمل: 49]

''انھوں نے آپس میں کہا: اللہ کی قسم کھا کر عہد کرلو کہ ہم صالح اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے اور پھر اس کے ولی سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے خاندان کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے۔ ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔''

یہاں ''اہل'' کا لفظ صالح علیہ السلام کی بیوی کے لیے استعمال ہوا ہے اور قریبی رشتے داروں کو ولی کہا گیا ہے۔

⑦ ﴿ يٰاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ ﴾ [يوسف: 88]

''اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو (قحط کی وجہ سے) بڑی ہی تکلیف پہنچی۔''

⑧ ﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴾ [الأعراف: 83]

''پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو مگر اس کی عورت کہ رہ گئی وہاں کے رہنے والوں میں۔''

⑨ ﴿ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴾ [الصافات: 76]

''اور ہم نے نجات دی اس (نوح علیہ السلام) کو اور ان کے گھر والوں (متبعین) کو بڑی گھبراہٹ سے۔''

⑩ ﴿ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ﴾ [مريم: 55]

''وہ اپنے اہل (متعلقین اور اتباع) کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیتے تھے۔''

یہاں بھی اہل سے مراد اہلِ ملت و اہلِ مذہب ہیں۔

⑪ ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طٰهٰ: 132]

''اور حکم کر اپنے گھر والوں (متعلقین اور اتباع) کو بھی نماز کا اور خود بھی قائم رہ اس پر۔''

مذکورہ بالا تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے ''اہل'' کا لفظ بیوی کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ اسی سے بیوی کو اہلیہ کہا جاتا ہے، کیونکہ اہل کا لفظ اکثر بیوی کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے اور جہاں بیوی کے لیے قرینہ موجود ہو یا خطاب ہی بیوی سے ہو وہاں صرف بیوی ہی مراد لی جائے گی۔

لفظ ''اہل'' حدیث میں:

حدیث کی کتابوں میں بھی اہل کا اطلاق بیوی پر کیا گیا ہے۔ صرف چند احادیث پیشِ خدمت ہیں۔

① ام المومنین سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی شادی کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی:

''كَيفَ وَجدتَّ أَهلَكَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ''

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبارک فرمائے۔''

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن نے بھی وہی بات کہی جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہی تھی۔[1]

② جب دُشمنانِ اسلام نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا:

''أشيروا علی في أناس أبنوا أهلی، وايم اللّٰه! ما علمت

---

[1] صحيح البخاری كتاب التفسير تحت باب لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يوذن لكم.

على أهلى من سوء قط- وأبنوهم بمن، والله ما علمت عليه من سوء قط، ولا دخل بيتى قط إلا وأنا حاضر، ولا غبت فى سفر إلا غاب معى، وساق الحديث بقصته، وفيه: ولقد دخل رسول الله ﷺ بيتى فسأل جاريتى"[1]

"فرمایا: مجھے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دو جنھوں نے میرے گھر والوں پر تہمت لگائی۔ اللہ کی قسم میں نے اپنی گھر والی پر کوئی برائی نہیں جانی اور جس شخص سے انھوں نے تہمت لگائی اس کی بھی میں نے کوئی برائی کبھی نہیں دیکھی اور نہ کبھی وہ میرے گھر آیا مگر اُسی وقت جب میں موجود تھا اور جب میں سفر میں گیا تو وہ بھی میرے ساتھ گیا، اور بیان کیا سارا واقعہ حدیث کا اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر (بیت عائشہ رضی اللہ عنہا) آئے اور میری لونڈی سے حال پوچھا۔"

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دوبار اہل کا لفظ بیوی (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کے لیے استعمال فرمایا۔

③ صحیح بخاری میں بھی اہل کا لفظ بار بار بمعنی بیوی آیا ہے۔ افکِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں جب رسول اللہ ﷺ نے اُسامہ بن زید اور علی رضی اللہ عنہما سے مشورہ لیا: "ويستشيرهما في فراق أهله" تو اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "أَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا" آپ ﷺ کی اہلیہ کے بارے میں ہم اچھائی کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے۔ پھر سیدنا علی اور بریرہ رضی اللہ عنہما کے مشورے کے بعد آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور اعلان کیا:

«يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي عَنْهُ

---

[1] صحيح مسلم باب في حديث الإفك

أَذَاهُ فِيُ أهلِيُ و واللهِ مَا عَلِمتُ عَلَى أَهْلِيُ إِلَّا خيرًا)) [1]

''اے مسلمانو! اُس شخص سے کون بدلہ لیتا ہے جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے اذیت دی ہے۔ اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کو نیک اور پاک دامن ہی سمجھتا ہوں۔''

④ ''وَعَنُ أَبِيُ هُرَيُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: وَالَّذِيُ نَفُسِيُ بِيَدِهِ مَا أَشْبَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَهْلَهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ تِبَاعاً، مِنُ خُبُزِ حِنُطَةٍ، حَتَّى فَارَقَ الدُّنُيَا'' [2]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو مسلسل تین دن گیہوں کی روٹی سے سیر نہیں کیا، یہاں تک کہ دُنیا سے تشریف لے گئے۔''

⑤ ایک دوسری روایت میں ابو حازم کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بار بار اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ کرتے اور کہتے:

''والذي نفسي بيده ما أشبع رسول اللّٰه ﷺ أهله ثلاثة أيام تباعا من خبز حنطة حتى فارق الدنيا'' [3]

''اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی جان ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ اور اُن کے گھر والے کبھی تین دن پے در پے گیہوں کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے، یہاں تک کہ دُنیا سے تشریف لے گئے۔''

⑥ صحیح مسلم ہی کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنِّيُ لَأَنُقَلِبُ إِلَى أَهْلِيُ فَأَجِدُ التَّمُرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِيُ))

---

[1] صحيح البخاري كتاب المغازى باب حديث الإفك، تفسير البغوي (390/3)

[2] صحيح مسلم كتاب الزهد [3] أيضاً

”میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹتا ہوں تو اپنے بستر پر کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں۔“

⑦ ”عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ، أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ“[1]

”عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کا عشرہ اخیرہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ کمر کس لیتے اور شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگا دیتے۔“

ظاہر ہے کہ یہاں اہل سے مراد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی ہیں، کیونکہ دیگر متعلقین تو اپنے اپنے گھروں میں مقیم تھے۔

⑧ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ عُثْمَانَ أَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ إِلَى اللَّهِ بِأَهْلِهِ بَعْدَ لُوطٍ“[2]

”بے شک عثمان رضی اللہ عنہ اُن لوگوں میں سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے لوط علیہ السلام کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ اللہ کی طرف ہجرت کی۔“

⑨ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي))[3]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے بہتر ہے اور میں اپنی ازواج کے لیے بہتر ہوں۔“

امام ترمذی نے اس روایت کو ازواج النبی ﷺ کی فضیلت میں نقل کیا ہے۔

بہرحال ازروئے لُغت، قرآن اور حدیث اہل کا اطلاق بیوی پر ہوتا ہے۔

---

[1] متفق عليه [2] رواه الطبراني

[3] جامع الترمذي باب في فضل أزواج النبي ﷺ.

لفظ آل اور اہل کی وضاحت کے بعد آیتِ تطہیر پیشِ خدمت ہے جس کے سبب نزول کی وجہ سے اہلِ بیت رسول کے مفہوم کو مسخ کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ احزاب میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن (اہلِ بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق میں ایک مستقل رکوع نازل فرمایا ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن کے لیے آداب اور شرف وفضل اور مقام ومرتبے کو ملحوظ رکھنے کا وضاحت سے بیان فرمایا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿28﴾ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿29﴾ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿30﴾ وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ﴿31﴾ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿32﴾ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿33﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴾ [الأحزاب: 34-28]

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کردوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے

رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بیشک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کھلی بے حیائی (عمل میں) لائے گی اس کے لیے عذاب دوگنا بڑھایا جائے گا اور یہ بات اللہ پر ہمیشہ سے آسان ہے۔اورتم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اسے ہم اس کا اجر دو بار دیں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو تو بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکاۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے۔ اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔ اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

روافض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس آیت کا ازواجِ النبی ﷺ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ چارتن اور آلِ کساء کی شان میں نازل ہوئی ہے، اور اہلِ بیت سے یہی مراد ہیں۔ اس دعوے کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے پہلے مذکورہ بالا آیات کو غور سے پڑھ لیں پھر اس رکوع کا مختصر خلاصہ پڑھ لیں، تا کہ آیتِ مذکورہ کا مفہوم سیاق وسباق کے حوالے سے سمجھ آ سکے۔

- رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا کو

طلب کرنے والی تھیں، ورنہ انھیں رسول اللہ ﷺ اچھے طریقے سے الگ کر دیتے جیسا کہ اللہ کا حکم تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ ازواج نیک کردار و نیک اعمال اور نیک نیت تھیں اور اللہ کریم نے ان کے لیے اجرِ عظیم تیار فرمایا ہے۔ ہر کارِ خیر اور عملِ صالح میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے اگر بالفرض ان سے کوئی صریح بداخلاقی یا نافرمانی کی کوئی بات صادر ہو جائے تو اس کی سزا بھی دوگنی ہے اور یہ چیز ان کے بڑے درجہ اور مقام کی عظمت کو بیان کرتی ہے۔

- اس اُمت کی تمام عورتوں میں ان کے مرتبے کی کوئی عورت نہیں۔
- ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے اپنے گھروں میں قرار پکڑنے کا حکم اور جاہلیت کے دور کے موافق زیب و زینت دکھلانے کے لیے باہر نکلنے پر پابندی ہے۔
- ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے حکم ہے کہ نماز قائم کریں، زکاۃ ادا کریں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں رہیں۔
- اللہ تعالیٰ اہلِ بیت رسول ﷺ سے (اخلاقِ رذیلہ اور حُبِ مال وغیرہ) کی پلیدی دور کرنا چاہتے ہیں اور بحکم ارادہ تشریعی ان کو خوب پاک کرنا اور پاک رکھنا چاہتے ہیں۔
- تقویٰ و طہارت کی صفت ان کی دائمی ہے۔ اس بنا پر ان ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مبارک لقب سے ہمیشہ یاد کیا جاتا ہے۔
- ان کے گھروں میں اللہ تعالیٰ کے کلام کی ہمیشہ تلاوت کی جاتی ہے۔
- وحی الٰہی جیسی نعمتِ عظمٰی صرف ازواجِ مطہرات کے گھروں میں نازل ہوتی ہے۔

مذکورہ آداب و فضائل کے ساتھ ساتھ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے ایک خصوصی چیز جو ابتداء سورۃ ہذا میں بیان کی گئی ہے، اُمت کے لیے اس کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا لازم ہے، وہ یہ ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾

[الأحزاب: 6]

''نبی ﷺ مومنوں کے ساتھ زیادہ حق رکھتے ہیں، اُن کی جانوں سے اور ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔''

اس تمام رکوع میں بیان کردہ امور کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے رکوع میں ازواج النبی ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے جیسا کہ آیات میں استعمال کردہ کلمات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ تمام کلمات صرف مونث کے صیغوں کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مخاطب صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی ہیں۔

روافض نے مذکورہ بالا سات آیات میں سے صرف ایک جملے کو اپنے عقیدے کی بنیاد بنایا ہے:

﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴾ [الأحزاب: 33]

''بے شک اللہ تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ لے جائے تم سے اے نبی کے گھر والو! رِجس یعنی ناپاکی کو اور تم کو خوب پاک کر دے۔''

استدلال: جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ، حسن، حسین اور علی رضی اللہ عنہم کو بلایا، اُن پر اپنی چادر اوڑھائی اور فرمایا: اے اللہ! میرے یہ اہلِ بیت ہیں، ان سے ناپاکی کو دور فرما اور ان کو پاک کر دے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ان چار (فاطمہ، حسن، حسین اور علی رضی اللہ عنہم) کو اپنی چادر میں داخل فرمایا تو اہلِ بیت یہی چار افراد ہیں جو قرآن مجید کی آیتِ بالا میں مذکور ہے، یعنی ازواج النبی ﷺ اہلِ بیت میں شامل نہیں ہیں اور اس کا مصداق نہیں۔

① حیران کن امر یہ ہے کہ یہ دعویٰ کرتے وقت سورۃ الاحزاب کی مذکورہ بالا سات

آیات میں استعمال کردہ مونث افعال وضمائر کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

② ایسا کون سا قرینہ ہے جس کی بنیاد پر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اس آیت سے خارج سمجھا جارہا ہے۔

③ مذکورہ بالا آیت کے سبب نزول میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ صحیح احادیث سے ثابت ہے لیکن ایسی تمام احادیث میں ایسی کوئی بات نہیں کہ اہلِ بیت رسول سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو خارج کیا جائے۔

④ سورۃ الاحزاب کی ان سات آیات میں صراحت کے ساتھ، یاقرینہ، یا فعل یا بیان کردہ ضمائر کا جائزہ لیا جائے تو تقریباً 28 مرتبہ ازواجِ مطہرات کا ذکرِ خیر ملتا ہے۔تو درمیان کے ایک جملے سے انھیں کیسے خارج کیا جاسکتا ہے۔

⑤ ایک شبہہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آیت میں خطاب کے لیے جمع مذکر کی ضمائر استعمال کی گئی ہیں، چنانچہ ﴿عَنْكُمُ﴾ اور ﴿وَيُطَهِّرَكُمْ﴾ فرمایا گیا۔ اگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن مراد ہوتیں تو "عنکن" اور "لیطھرکن" ہونا چاہیے تھا۔ اگر اس بات کو درست مان لیا جائے تو پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کس قانون کے تحت اس آیت میں شامل کیا جارہا ہے۔

⑥ واضح رہے عبادات کے پسِ منظر میں قرآن مجید اور احادیث میں غالب کیفیت مذکر صیغوں کا استعمال ہے اور خواتین اس میں شامل ہوتی ہیں اگر اہلِ تشیع کے استدلال کو مانا جائے تو بے شمار عبادات خواتین پر فرض ہی نہیں ہیں۔ ﴿عَنْكُمُ﴾ اور ﴿وَيُطَهِّرَكُمْ﴾ میں جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے وہ محض لفظ اہل کی رعایت سے استعمال کی گئی ہے۔ اہلِ عرب عموماً مؤنث سے تخاطب کرتے وقت جمع مذکر کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ خود قرآن پاک موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جبکہ وہ اپنی اہلیہ کو خطاب کر رہے ہیں جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال

کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا﴾ [طٰهٰ: 10]

”پس کہا اپنی اہلیہ سے کہ ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔“

⑦ ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ (سارہ رضی اللہ عنہا) کو خطاب فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے کلام کرتے ہیں:

﴿قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ [هود: 73]

”(اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں نے) کہا: (اے سارہ!) کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ تعالیٰ کے امر سے؟ اللہ کی رحمت اور برکات ہوں تم پر اے اہل البیت (یعنی اے گھر والو)۔“

یہاں اہلِ بیت کا لفظ ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کے حق میں فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر آیات میں بھی اہلِ بیت کے لفظ کا اطلاق زوجہ پر ہوا ہے۔ مگر یہاں صرف اختصار کی خاطر صرف ایک آیت کے حوالے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

⑧ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر اہلِ بیت کے لفظ کا اطلاق فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ ولیمہ فرمائی اور جب آپ دعوتِ ولیمہ سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر اس کے بعد زینب رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر تشریف لائے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے پاس تشریف لے جا کر فرمایا:

((اَلسَّلَامُ عَلَيكُم أَهلَ البَيتِ)) فَقَالَت: وَعَلَيكَ وَرَحمَةُ اللّٰهِ! كَيفَ وَجَدتَّ اَهلَكَ؟ الخ

”اے اہلِ بیت تم پر سلام ہو...الخ۔“ اس کلام میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں کے لیے اہلِ بیت کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، اور اہل البیت کے الفاظ کا اطلاق گھر والوں پر کیا ہے۔ (بخاری)

⑨ آیتِ تطہیر کے ماقبل میں ﴿ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ﴾ اوراس آیت کے مابعد میں ﴿ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ﴾ کے الفاظ میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے بیوت کا ہی ذکرِ خیر ہے اور یہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہی گھر ہیں۔ آیت میں انہی کو بیت اور ان کے مکینوں کو اہلِ بیت فرمایا گیا ہے۔ یہاں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ماسوا کسی دوسرے کو اہلِ بیت نہیں فرمایا گیا۔ بیوت کی اضافت جو ”کُنَّ“ کی طرف ہے اس سے یہ تخصیص واضح ہوتی ہے۔

⑩ اب کسی حدیث کے ذریعے یہاں اہلِ بیت کے مفہوم سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو خارج نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ روایت کے ذریعے اہلِ بیت کے مفہوم میں اولاد کو بالتبع شامل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیثِ کساء میں کیا گیا ہے۔ نیز لفظ البیت میں جو الف و لام استعمال ہوا ہے اسے قاعدۂ نحو کی رُو سے الف و لام عہد خارج کہا جاتا ہے جو اپنے استعمال کے اعتبار سے ازواج النبی ﷺ کے بیوت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ وہی بیوت ہیں جو اس آیت کے ماقبل میں ﴿ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ﴾ میں ذکر ہو چکے ہیں اور بعد میں ﴿ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ﴾ میں دوبارہ مذکور ہیں۔

⑪ جس حدیث کی رو سے یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کیا اس میں ایسا کوئی قرینہ پایا جاتا ہے کہ ازواجِ مطہرات اہلِ بیتِ رسول میں شامل نہیں ہیں؟

⑫ جس آیتِ تطہیر کی رُو سے اہلِ بیت کی اصطلاح مشہور ہوئی اس کے نزول کے وقت یا نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ کے صرف ایک صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ

موجود تھے جو بعمر اٹھارہ ماہ فوت ہوئے اور صاحبزادیوں میں تو اُس وقت کوئی بھی بیت النبی ﷺ میں رہائش پذیر نہیں تھی۔ یہ سب ہی شادی کے بعد اپنے اپنے شوہر کے گھر منتقل ہو گئی تھیں۔ اگر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اہلِ بیتِ نبی ﷺ میں شامل ہیں تو اُن کی دوسری بہنوں کے لیے اس بیت النبی ﷺ کے دروازے کون بند کر سکتا ہے؟

اسی طرح اگر علی رضی اللہ عنہ پر مجازاً اہلِ بیت کا اطلاق ہو سکتا ہے تو آپ ﷺ کے دوسرے دامادوں ابوالعاص اور عثمان رضی اللہ عنہما پر اس کا اطلاق کیوں نہیں ہو سکتا؟ اگر حسنین رضی اللہ عنہ مجازاً اہلِ بیت ہیں تو علی بن ابی العاص اور عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کیوں اہلِ بیت نہیں؟ اگر سیّدہ اُمّ کلثوم اور سیّدہ زینب رضی اللہ عنہما دختران ِعلی رضی اللہ عنہ اہلِ بیت میں شامل ہیں تو اُمامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہما کو کیوں خارج کیا جاتا ہے؟

اور سب سے بڑھ کر ان آیات کی ممکنہ دستیاب تفاسیر کو اگر دیکھ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بشمول اہلِ تشیع سب نے اہل کا ترجمہ بیویاں ہی کیا ہے اولاد تبعا ایمانی حالت میں شامل کی گئی ہے۔مثال کے طور پر امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فَقَالَ عَطَاءٌ وَعِكْرِمَةُ وَابْنُ عَبَّاسٍ: هُمْ زَوْجَاتُهُ خَاصَّةً“[1]

”عطاء، عکرمہ رحمہما اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (اہلِ بیت) وہ محض ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہی اہلِ بیت ہیں۔ اس لیے کہ یہ آیت ان ہی کے بارے میں اتری ہے۔جس شخص کو نورِ معرفت حاصل ہو اور قرآن میں تدبّر کرنے کی عادت ہو وہ یقیناً

[1] جامع الاحکام القرآن (182/14)

بیک نگاہ جان لے گا کہ اس آیت میں حضور ﷺ کی بیویاں بلاشک داخل ہیں، اس لیے کہ اوپر سے کلام ہی ان کے ساتھ اور انہی کے بارے میں چل رہا ہے۔''[1]

اس لیے علمائے اسلام قائل ہیں کہ اس آیت میں اہلِ بیت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں۔

آیتِ تطہیر دراصل ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں نازل ہوئی جیسا کہ آیت کا سیاق وسباق اس کے لیے شاہد ہے۔ جس کے لیے نہ کسی تاویل کی حاجت ہے اور نہ کسی توجیہ کی ضرورت۔ اول سے آخر تک خطاب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے علی، حسن، حسین اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس حکم میں داخل فرمایا اور ان کو جمع کر کے یہ دُعا فرمائی:

((اللهم هؤلاء أهلُ بيتي، فأذهب عنهم الرجسَ وطهرهم تطهيراً))

''اے اللہ! یہ بھی میرے اہلِ بیت ہیں، ان سے بھی گندگی کو دُور فرما اور اِن کو پاک کر۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''والذي يظهرمن الآية أنها عامة في جميع أهل البيت من الأزواج وغيرهم''[2]

''آیتِ تطہیر سے بظاہر یہی ثابت ہوتا ہے کہ گھر کے تمام افراد ازواج وغیرہ سب شامل ہیں۔''

---

[1] تفسیرابن کثیر (452/5)

[2] الجامع الاحکام القرآن (183/14)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آیتِ تطہیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وَهَذَا نَصٌّ فِي دُخُولِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي أَهْلِ الْبَيْتِ هَاهُنَا، لِأَنَّهُنَّ سَبَبُ نُزُولِ هَذِهِ الْآيَةِ، وَسَبَبُ النُّزُولِ دَاخِلٌ فِيهِ قَوْلًا وَاحِدًا، إِمَّا وَحْدَهُ عَلَى قَوْلٍ أَوْ مَعَ غَيْرِهِ عَلَى الصَّحِيحِ، وَرَوَى ابْنُ جَرِيرٍ: عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ كَانَ يُنَادِي فِي السُّوقِ: أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي شَانِ نِسَاءِ النَّبِيِّ ﷺ“[1]

”یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں اہلِ بیت میں داخل ہیں اس لیے کہ یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آیت کا شانِ نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے۔ گو بعض کہتے ہیں کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بھی اور اس کے سوا بھی اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔ ابن جریر عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ تو بازاروں میں منادی کرتے تھے کہ یہ آیت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں خاص نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی قول منقول ہے اور عکرمہ رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو چاہے مجھ سے مباہلہ کرے، یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔“

اہلِ تشیع نے اس آیت میں جمہور اُمت سے اختلاف کر کے اول تو لفظ اہلِ بیت کا صرف اولاد و عصباتِ رسول ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونے اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ان سے خارج ہونے کا دعویٰ کیا۔ دوسرے آیت مذکورہ میں تطہیر سے مراد ان کی عصمت قرار دے کر اہلِ بیت کو انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم کہا جو انتہائی غلط بات ہے۔

[1] تفسیر ابن کثیر (452/5)

لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ اہل البیت کا لفظ صرف ازواج کے لیے استعمال ہوا ہے اور اس میں دوسرا کوئی داخل نہیں ہوسکتا تو یہ بات بھی غلط ہوگی۔ صرف یہی نہیں کہ گھر والوں کے لفظ میں آدمی کے سب اہل و عیال شامل ہوتے ہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ نے خود تصریح فرمائی ہے کہ وہ بھی شامل ہیں۔ ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

”تسألني عن رجل كان من أحب الناس إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وكانت تحته ابنته وأحب الناس إليه؟“[1]

”تم اس شخص کے متعلق پوچھتے ہو جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین لوگوں میں سے تھا اور جس کی بیوی حضور ﷺ کی وہ بیٹی تھی جو آپ کو سب سے بڑھ کر محبوب تھی؟“

اس کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ سنایا کہ رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور اُن پر ایک کپڑا ڈال دیا اور دُعا فرمائی:

((اللهم هولاء أهل بيتي فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا))

”اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں ان سے گندگی کو دور کر دے اور انھیں پاک کر دے۔“

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی میں بھی تو آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں سے ہوں (یعنی مجھے بھی اس کپڑے میں داخل کرکے میرے حق میں دُعا فرمائیے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم الگ رہو، تم تو خیر ہو ہی۔

اس سے ملتے جلتے مضمون کی بکثرت احادیث مسلم، ترمذی، احمد، ابن جریر،

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم (129/9)

حاکم، بیہقی وغیرہ محدثین نے ابوسعید خدری، عائشہ، انس، اُم سلمٰی، واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم اور بعض دوسرے صحابہ سے نقل کی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما اور ان کے دونوں صاحبزادوں کو اپنا اہلِ بیت قرار دیا۔ لہٰذا ان لوگوں کا خیال غلط ہے جو ان حضرات کو اس سے خارج ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کی رائے بھی غلط ہے جو مذکورہ بالا احادیث کی بنیاد پر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہل البیت سے خارج ٹھہراتے ہیں۔

اہلِ بیت کی اس بحث کو اردو اور عربی کی پانچ کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں:

① ميزان العدل بين أهل السنة والشيعة في حكم إمامة أهل البيت، محمد عبد الرحمن عبد الله.

② اتحاف العقول في أخبار آل بيت الرسول ﷺ سامرائی، قاسم حسن آل شامان.

③ أهل البيت وآثارهم الواردة في الألفة بين المسلمين، خليل محسن زبيدي.

④ تذكره أهل بيت اطهار، مولانا عبد المعبود.

⑤ عظمت أهل بيت، ڈاکٹر ناصر عبدالرحمن ناصر.

مشہور مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کے کلمات پر ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں:

”اہلِ بیت سے کون مراد ہیں؟

”اس کی تعیین میں کچھ اختلاف ہے، بعض نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو مراد لیا ہے جیسا کہ یہاں قرآن کریم کے سیاق سے واضح ہے۔ قرآن

نے یہاں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو اہلِ بیت کہا ہے۔ قرآن کے دوسرے مقامات پر بھی بیوی کو اہلِ بیت کہا گیا ہے، مثلاً سورۃ ہود آیت میں۔ اس لیے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا اہلِ بیت ہونا نصِ قرآنی سے واضح ہے۔ بعض حضرات بغض کی رُو سے اہلِ بیت کا مصداق صرف علی، فاطمہ اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو مانتے ہیں اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اس سے خارج سمجھتے ہیں جبکہ اوّل الذکر ان اصحابِ اربعہ کو اس سے خارج سمجھتے ہیں۔ تاہم اعتدال کی راہ اور نقطہ متوسطہ یہ ہے کہ دونوں ہی اہلِ بیت ہیں۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تو اس نصِ قرآنی کی وجہ سے اور داماد و اولاد اُن روایات کی رُو سے جو صحیح سند سے ثابت ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنی چادر میں لے کر فرمایا کہ اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ بھی میرے اہلِ بیت سے ہیں۔ یا یہ دُعا کہ یا اللہ! ان کو بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح میرے اہلِ بیت میں شامل فرما دے۔ اس طرح تمام دلائل میں بھی تطبیق ہو جاتی ہے۔[1]

اہلِ بیت میں کون کون شامل ہے؟

1. ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن۔
2. بنو ہاشم۔
3. بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب۔
4. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار۔
5. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والے۔

---

[1] تفسیر احسن البیان (ص:552)

⑥ مذکورہ بالا تمام لوگ شامل ہیں۔

خلاصہ:

یعنی معلوم یہ ہوا کہ آلِ محمد، آلِ نبی، آلِ رسول قرآنی اصطلاح نہیں ہے اس کا موجودہ مفہوم صرف روافض کا ایجاد کردہ ہے جنھوں نے اس کے مفہوم کو اس قدر محدود کر دیا کہ صرف خانوادۂ علی میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد باقی رہ گئی ہے، یہاں تک سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو بھی اس میں سے نکال دیا ہے، لیکن جب ہم احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں تو احادیث میں لفظ آل اور اہل ازواجِ مطہرات، اہلِ ایمان اور اَتباع کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

البتہ احادیث میں یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بھی استعمال ہوا ہے، لیکن واضح رہے کہ یہاں صرف "آلِ محمد" استعمال ہوا ہے۔

ان بیان کردہ معانی میں سب سے دل چسپ امر یہ ہے کہ اہلِ تشیع کے مختلف مصادر اس مفہوم کی کثرت سے تائید کرتے ہیں کہ اہل سے مراد بیوی ہوتی ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں "اہل" کا غالب مفہوم بیوی سے ہی ہے۔ اور یہ استعمال اس کثرت سے ہے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اہلِ تشیع کے مصادر کا مراجعہ کرنے سے ایک اور مفہوم بھی سامنے آتا ہے کہ اہل سے مراد اَتباع ہیں۔

وَيَتَوَلَّوْنَهُمْ: یعنی اہلِ سنت و جماعت اہلِ بیت کو اپنا اولیاء قرار دیتے ہیں۔ ولی سے اس جگہ مراد نصرت و صداقت اور محبت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت:

18- وَيَحْفَظُونَ فِيهِمْ وَصِيَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَيْثُ قَالَ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ: ((أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي))

''اور وہ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا خیال رکھتے ہیں کہ آپ نے غدیرِ خم کے دن فرمایا: میں تمھیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرواتا ہوں۔''

وَصِيَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ: یعنی وہ وصیت وتلقین جو آپ ﷺ نے اپنی امت کو فرمائی۔ ویسے تو عمومی طور پر کتاب وسنت میں رسول اللہ ﷺ کی ایک سے زائد وصایا موجود ہیں لیکن یہاں حجۃ الوداع سے واپسی پر ایک مقام غدیرخم پر کی گئی گفتگو کو بطور وصیت پیش کیا جا رہا ہے اور اس کا ذکر اس لیے کیا جا رہا ہے کہ اس وصیت کو اہلِ تشیع وروافض بطور خاص اپنے موقف کی تائید میں استعمال کرتے ہیں۔

يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ: رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے ہوئے ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ کو غدیرخم (جو جحفہ کے قریب مکہ سے مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے) میں پڑاؤ کیا اور لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں تمھیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ یاد کرواتا ہوں۔'' آپ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی، یعنی اگر تم نے ان کے حقوق کو پامال کیا تو اس کے انتقام کو مت بھولنا اور اگر ان کے حقوق کی پاسداری کی تو پھر اس کی رحمت اور ثواب کو یاد رکھنا۔ معروف محدث شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ اپنی کتاب ''خطبہ غدیرخم اور اہلِ بیت کے حقوق'' میں لکھتے ہیں:

''یہی ایک موقع نہیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نفرت ومخالفت کے دفاع میں خطبہ ارشاد فرمایا ہو بلکہ آپ کی سیرتِ طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی آپ ﷺ نے محسوس فرمایا کہ صحابہ کے مابین یا کسی ایک صحابی کے بارے میں نفرت کے جراثیم جڑ پکڑ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے اسی موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

بیان فرمائے اور موقع کی مناسبت سے اگر ضرورت پڑی تو خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔"[1]

اس کا تاریخی پس منظر یہی بیان کیا گیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ذمے داری دی اور اس ذمے داری کے حوالے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کچھ فیصلوں سے کچھ صحابہ ناراض ہوئے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ ناراضی آئی تو آپ نے فوراً اس کا ازالہ کیا۔ جیسا کہ کتبِ سیرت میں مختلف صحابہ کی عزت و احترام میں ایسے واقعات مذکور ہیں۔ اس خطبہ کا پس منظر اتنا ہی تھا جبکہ اہلِ تشیع نے اس خطبے کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل اور وصایتِ علی رضی اللہ عنہ پر استدلال کیا۔ اہلِ تشیع کے اس استدلال پر علمائے اہلِ سنت و جماعت کا مفصل نقد (جس کا اردو زبان میں مثالی خلاصہ شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی معروف کتاب "خطبہ غدیر خم اور اہل بیت کے فضائل" میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے) موجود ہے۔

اہلِ تشیع کے اس استدلال پر کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

1. صحیح بخاری کی مشہور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما جو وفاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کا ایک واقعہ ذکر کرتی ہے جس میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کے حوالے سے بات کرنے کا کہتے ہیں، اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس موضوع پر بات کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ انھیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ غدیر خم کے خطبے میں اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے، اس پر اب بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔
2. خلفائے ثلاثہ (ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم) میں سے کسی ایک کی بیعتِ خلافت کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ کبھی نہیں کہا کہ یہ میرا حق ہے،

---

[1] خطبہ غدیر خم اور اہلِ بیت کے حقوق (ص:26)

رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ ان تینوں کے بہترین مشیر رہے۔ یعنی کبھی آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں اپنے اس استحقاق کا ذکر نہیں کیا۔

③ سید نا علی رضی اللہ عنہ اور سید نا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین سیاسی اختلاف جس کی بنیاد قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ تھی اس موقع پر بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے استحقاق کا ذکر نہ کیا بلکہ نہج البلاغۃ میں تو یہ مذکور ہے کہ آپ نے یہ لکھا:

”بے شک میری بیعت اسی قوم نے انہی شرائط پر کی ہے جن انھوں نے ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی۔ مجلس شوری مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم پر مشتمل ہے وہ جس شخص کی امارت پر جمع ہو جائیں اور اسی کو امام مقرر کر دیں اسی میں اللہ کی رضا ہے۔“[1]

④ سید نا علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو انھوں نے فرمایا: میں تمھیں اسی طرح چھوڑے جا رہا ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا۔[2]
اور اس مفہوم میں سید نا علی رضی اللہ عنہ سے مختلف مواقع پر مختلف کلمات مذکور ہیں جن کا مفہوم و خلاصہ یہی ہے کہ میں بھی امر خلافت اسی طرح چھوڑ کر جا رہا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا۔

⑤ شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جب قاتلینِ عثمان نے سید نا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی تو آپ نے اس موقع پر بھی انکار کر دیا تھا کہ مجھے چھوڑ دو کسی اور کو تلاش کرو۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے سید نا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا تو جب اس کا وقت آیا تو آپ نے اس کا انکار کیوں

---

[1] نهج البلاغة (304/3)

[2] مسند أبي يعلىٰ (586)

کیا؟ سیدنا طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے یہ کیوں نہ کہا کہ اب تم نے حق پہچانا ہے؟

⑥ اگر فی الواقع خلافتِ علی رضی اللہ عنہ اس قدر اہم تھی تو اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح اعلان کیوں نہ کیا؟

⑦ خود اہلِ بیت میں سے کسی نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت سے انکار نہ کیا بلکہ سمع وطاعة کے ساتھ رہے۔

بنی ہاشم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب:

19- وَقَالَ أَيْضًا لِلْعَبَّاسِ عَمِّه وَقَدِ اشْتَكَى إِلَيْهِ أَنَّ بَعْضَ قُرَيْشٍ يَجْفُو بَنِي هَاشِمٍ فَقَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحِبُّوكُمْ؛ لِلّٰهِ وَلِقَرَابَتِي»

"جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ بعض قریش بنو ہاشم کو ناپسند کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ مومن نہیں ہوسکتے تاوقتیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور میری قرابت داری کی وجہ سے تم سے محبت نہیں کرتے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ اللہ کے لیے تم سے محبت نہ کریں، اس محبت میں دوسرے مومن بھی ان کے شراکت دار ہیں، اس لیے کہ ہر انسان پر اللہ تعالیٰ کے لیے ہر مومن کے ساتھ محبت کرنا واجب ہے۔

وَلِقَرَابَتِي: یہ محبت اللہ تعالیٰ کے لیے محبت سے زائد ہے جس کے ساتھ اہلِ بیت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار خاص ہیں۔

وَقَالَ: «إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى بَنِي إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَى مِنْ بَنِي

إِسْمَاعِيلَ كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ ﴾

''اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل کو منتخب فرمایا، بنی اسماعیل سے کنانہ کو، کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔''

آپ ﷺ کا یہ ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ بنی اسماعیل میں سے بنی ہاشم آخری رسول ﷺ کے لیے منتخب شدہ ہیں اور اس کی مخلوق سے اس کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اہلِ بیت کے حوالے سے اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ ان سے محبت کرتے، ان کی نصرت کرتے اور ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا احترام کرتے ہیں۔

مولاتِ اُمہات المومنین:

20- ''وَيَتَوَلَّوْنَ أَزْوَاجَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ''

''اہلِ سنت و جماعت رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات امہات المومنین سے بھی محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ازواجِ رسول کے مقام و مرتبے کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں کہ وہ ہمارے اکرام و احترام اور صلہ وسلوک میں ہماری مائیں ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾

[الأحزاب: 6]

''نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

اہلِ سنت وجماعت ان سے محبت وعقیدت رکھتے، اور ان کا دفاع کرتے ہیں۔ اور اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ روئے زمین کی تمام بیویوں سے افضل ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں۔ اس کی ایک سے زائد وجوہات ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

- وہ رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔
- اللہ ان سے راضی ہو چکا ہے۔
- ان کا مرتبۂ صحابیت پر فائز ہونا اور رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں ہونا ان کے شرف ومقام کے لیے کافی ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے انھیں پاک کر دیا ہے۔
- ازواجِ مطہرات تمام اہلِ ایمان کے لیے مائیں ہیں اور ماں کا مقام ومرتبہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔
- اگر مسلمان اس ماں کی عزت کا دفاع کرتا ہے جس نے اسے جنم دیا تو انھیں اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر فائز کیا ہے لہٰذا ان کا دفاع فرائض میں سے ہے بالخصوص موجودہ دور میں الحادی و رفض پر مبنی افکار جس طرح اہلِ عقیدہ کے بعض افراد میں بھی داخل ہو چکے ہیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل:

21 - ”وَيُؤْمِنُونَ بِأَنَّهُنَّ أَزْوَاجُهُ فِي الْآخِرَةِ: خُصُوصًا خَدِيجَةَ رضي الله عنها أُمَّ أَكْثَرِ أَوْلَادِهِ، وَأَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِهِ وَعَاضَدَهُ عَلَى أَمْرِهِ، وَكَانَ لَهَا مِنْهُ الْمَنْزِلَةُ الْعَالِيَةُ“

”اور اہلِ سنت و جماعت کا ایمان ہے کہ وہ آخرت میں بھی آپ ﷺ کی بیویاں ہوں گی، خاص طور پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو آپ کی اکثر اولاد کی

ماں ہیں، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائیں اور آپ کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت دی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہت بلند مقام و مرتبہ حاصل تھا۔"

اُم المومنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر مدد کی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دوسری بیوی کا مقدر نہ بن سکی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے ابتدائی سال کا تجزیہ کیا جائے تو سب سے زیادہ مدد و معاونت گھر سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور دوستوں میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ قابلِ ذکر ہیں۔ ہمارے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی دور میں دعوتِ دین کے حوالے سے جو بھی کامیابیاں تھیں ان میں ان کی محبوبہ بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بہت بڑا کردار تھا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ان کی موت کے بعد بھی یاد کیا کرتے، اور ان کی سہیلیوں کے پاس کوئی نہ کوئی چیز بھجوایا کرتے اور پھر فرماتے: خدیجہ ایسی تھیں، ایسی تھیں اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی۔[1]

اگر غور کیا جائے تو یہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا اعتراف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دس نکاح کیے لیکن آپ کی محبتوں، چاہتوں، اور قربانیوں کے ہمیشہ معترف رہے، رطب اللسان رہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس خوب سیرت بیوی نے ایسا کیا کردار پیش کیا تھا کہ شوہر صلی اللہ علیہ وسلم جب تک زندہ رہے انھیں یاد کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ان سے شادی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کیا اور ان کی موجودگی میں کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی۔

اور جس طرح کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "أم أكثر أولاده" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تر اولاد کی ماں تھی، وہ بچے ہوں یا بچیاں۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] صحيح البخاري (3818)

ایک بیٹا ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں: آپ کے دو بیٹے قاسم اور عبداللہ تھے، عبداللہ کو طیب اور طاہر بھی کہا جاتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے نام اس طرح سے ہیں: زینب، ام کلثوم، فاطمہ اور رقیہ رضی اللہ عنھن۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے بیٹے قاسم جب کہ سب سے بڑی بیٹی زینب ہیں (رضی اللہ عنھم)۔

سیرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک الگ مفصل کتاب کی متقاضی ہے، کیونکہ جب تک موجودہ دور کی ماؤں کو سیرتِ خدیجہ نہیں پڑھائی جائے گی وہ ماں کے مقام و مرتبے پر فائز نہیں ہوسکتی، محض شادی کر لینا اور اولاد کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی عمل ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل:

22- وَالصِّدِّيقَةَ بِنْتَ الصِّدِّيقِ رضي الله عنها، الَّتِي قَالَ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ: «فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ»

''اور صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں پر عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہی فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو دیگر کھانوں پر۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و مقام و مرتبے پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہی کافی ہے جس میں سب سے زیادہ اہم بوقتِ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خواہش ظاہر کرنا کہ میں یہ وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گزارنا چاہتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاتِ ارضی کے آخری سانس ہماری ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود مبارک میں لیے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے تقریباً سوا دو ہزار احادیث روایت کی جاتی ہیں جس سے ان کے تبحرِ علمی اور فقاہت کا اندازہ ہوتا ہے کہ عقائد، عبادات، معاملات

اور اخلاقیات الغرض حیاتِ مسلم کا کوئی پہلو نہیں جو آپ کی مرویات میں نہیں ملتا۔

اہلِ سنت و جماعت کا روافض سے براءت:

23- ”وَيَتَبَرَّؤُوْنَ مِنْ طَرِيْقَةِ الرَّوَافِضِ الَّذِيْنَ يُبْغِضُوْنَ الصَّحَابَةَ وَيَسُبُّوْنَهُمْ“

”اہلِ سنت و جماعت روافض کے طریقہ سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نفرت کرتے اور انھیں سبّ و شتم کرتے ہیں۔“

اہلِ سنت و جماعت کا منہج بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سب سے اہم بات بیان کی کہ جب تک غلط یا باطل سے براءت کا اظہار نہ کیا جائے اس وقت تک حق کے ساتھ وابستگی مکمل نہیں ہوتی اور کلمۂ توحید کا بنیادی پیغام بھی یہی ہے۔ سب سے پہلے باطل یعنی شرکیات، کفریات اور بدعات سے براءت کا اظہار کیا جائے پھر توحید کے ساتھ تعلق بنانا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

اس حوالے سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہلِ بیت اور امہات المومنین رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبے کے حوالے سے اہلِ سنت و جماعت کا موقف واضح کرنے کے بعد اب مختلف اعتبارات سے اہلِ سنت و جماعت کا منہج بیان کر رہے ہیں کہ اہلِ سنت و جماعت افراط و تفریط سے کوسوں دور اعتدال کے منہج پر ہیں اور اس بات کو واضح کرنے کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے افراط و تفریط کے دونوں رویوں کی مثالیں بیان کر دی ہیں نہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں غلو جائز ہے اور نہ ہی تنقیص جائز ہے۔ سب سے پہلے روافض کی مثال دی ہے۔

الروافض:

وہ فرقہ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور خانوادۂ علی رضی اللہ عنہ میں سے بعض کے بارے میں غلو

کرتے ہیں۔ یہ لوگ عمومی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شدید نفرت کرتے ہیں اور ان سے بغض رکھتے اور انھیں کراہت کی نظروں سے دیکھتے ہیں سوائے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کا تعلق خانوادۂ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ درحقیقت یہ لوگ صحابہ کرام کو سبّ وشتم کرتے اور ان پر لعن طعن کرتے ہیں، ان کے نزدیک وہ ظالم تھے اور چند کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کی ہرزہ سرائیوں کا اندازہ لگانے کے لیے ان کی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی گلوچ کرنا صرف ان پر جرح کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کی زد میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بھی آتی ہے بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات بھی کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انتخاب تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کے بدترین لوگوں میں مبعوث کیا، انھیں ان کی رفاقت وصحبت کے لیے منتخب کیا، اور انھیں اپنی شریعت کے حامل اور امتِ رسول تک اس کے ناقلین بنایا۔ (استغفر اللہ العظیم من هذه الهفوات)

لہٰذا اہلِ سنت و جماعت روافض کے بغض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مبنی رویے سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور پختہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت وعقیدت رکھنا ہم سب پر فرض ہے۔

اہلِ سنت وجماعت کا نواصب سے براءت:

24- ”وَطَرِيقَةِ النَّوَاصِبِ الَّذِينَ يُؤْذُونَ أَهْلَ الْبَيْتِ بِقَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ“

”اور وہ ناصبیوں کے طریقے سے بھی براءت کا اظہار کرتے ہیں جو اپنے قول یا عمل سے اہلِ بیت کو اذیت دیتے ہیں۔“

مشہور اصطلاح ناصبی کا تعارف اور تاریخی پسِ منظر:

معروف یہ ہے کہ آلِ بیت کے دشمنوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تاہم جس طرح شرک، تکفیر اور بدعات کی اصطلاحات ہمارے معاشرے میں استعمال کی جاتی ہیں اسی طرح لفظ ناصبی کا بے محابا استعمال بھی عام ہے۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ اس لفظ کو سمجھا جائے اور اس کا استعمال بھی سمجھا جائے۔

لفظ ناصبی کی اصل کے حوالے سے بات کی جائے تو یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس کی اصل نہ تو قرآن مجید میں ہے اور نہ ہی فرامینِ رسالت سے اس کی کوئی بنیاد پائی جاتی ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی سے یہ اصطلاح منسوب نہیں۔

فتنوں کی ابتدا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور سے ہو چکی تھی اور پہلی صدی ہجری میں اس کے بعد بہت سے فتنے بالخصوص اہلِ عراق اور اہلِ شام کے مابین اختلافات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے آئے لیکن کسی نے یہ اصطلاح استعمال نہیں کی۔

البتہ اس اصطلاح کا سب سے قدیم استعمال بعض شیعہ رواۃ کی گفتگو یا منسوب مرویات میں ملتا ہے۔ یہ سید حمیری ہے (ایک رافضی شاعر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کیا کرتا تھا اور امہات المومنین پر الزام تراشیاں اور عباسی خلفا کی مدح سرائی کیا کرتا تھا 173 ھ میں فوت ہوا)۔[1]

جس کے ابیات میں یہ لفظ اس مفہوم میں استعمال ہوا:

وما يجحد ما قد قلت في السبطين إنسان

و ان أنكر ذوالنصب فعندي فيه برهان[2]

یعنی اس اصطلاح کا آغاز دوسری صدی هجری کے آخر میں ہوا اور کچھ عرصہ یہ

---

[1] المنتظم ابن الجوزي (39/9)، سير أعلام لنبلا ذهبي (44/4) وغيرهم.

[2] الغدير (158/2)

اصطلاح عالم شیعیت میں ہی متداول رہی جو وہ اپنے مخالفین کے لیے استعمال کرتے رہے تاوقتیکہ امام حدیث علی بن المدینی رحمہ اللہ (234ھ) کا ایک قول ملتا ہے:

”من قال فلان مشبه علمنا أنه جهمى و من قال فلان مجبر علمنا أنه قدرى ومن قال فلان ناصبي علمنا أنه رافضي“[1]

اور اس کے بعد امام الذہلی (258ھ) اور امام ابو زرعہ الرازی (264ھ) نے اس کا ایک اور مفہوم میں استعمال کیا لکھتے ہیں:

”لا تسألوه (يعني إمام البخاري) عن شيء من الكلام فإنه ان أجاب بخلاف ما نحن عليه وقع بيننا و بينه و شمت بنا كل ناصبي و رافضي“[2]

اور امام ابو زرعہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”إذا رأيت الكوفي يطعن على سفيان الثوري و زائدة فلا تشك إنه رافضي وإذا رأيت الشامي يطعن على مكحول والأوزاعي فلا تشك أنه ناصبي“[3]

پھر امام الخطیب البغدادی رحمہ اللہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

”لو أخذت معاويه على كتفك لقال الناس رافضي و ولو أخذت عليا على كتفى لقال الناس ناصبي“[4]

---

[1] شرح اصول اعتقاد اهل السنة و الجماعة (147/1) اور اسی معنی میں امام ابو زرعہ اور ابو حاتم سے بھی اسی کتاب میں یہ قول ملتا ہے اور امام البربہاری نے بھی شرح السنة (ص: 52) میں نقل کیا اور اس کی تفصیل لسان الميزان (268/5) میں مل سکتی ہے۔

[2] مقدمه فتح الباري (490/1)

[3] طبقات الحنابله (200/1)

[4] تاريخ بغداد (232/2)

تو ان اقوال سے جو امور سامنے آتے ہیں وہ اختصار کے ساتھ درج کیے جا رہے ہیں:

① اگر ان اقوال کے قائلین کی طرف سے دیکھا جائے یعنی جغرافیائی تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس اصطلاح کا مولد عراق ہے۔

② اس کے ایک سے زائد اطلاقات ملتے ہیں جس میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ کا قول موجودہ استعمال سے قریب ترین ہے۔

③ اہلِ حق کی مخالفت کے لیے یہ قول استعمال کیا گیا۔

خلاصہ یہ کہ ناصبی اصطلاح کی اصل کچھ بھی ہو اور خواہ اس میں اختلاف کیا جائے ہر حال میں اہلِ سنت وجماعت ایسے تمام رویوں سے بھی براءت کا اظہار کرتے ہیں جس میں خانوادۂ علی رضی اللہ عنہ کی توہین کا پہلو پایا جائے۔ خواہ اسے ناصبی کا نام دیا جائے یا نہ دیا جائے۔

رافضی اہلِ بیت کی محبت میں اس قدر غلو سے کام لیتے ہیں کہ انھیں دائرۂ بشریت سے نکال کر عصمت و ولایت کے دائرے میں داخل کر دیتے ہیں۔ جب کہ ناصبی ان کے بالکل برعکس رویہ اختیار کرتے ہیں۔ انھوں نے جب رافضیوں کو اہلِ بیت کی محبت میں غلو اختیار کرتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر تم ان کی محبت میں یہ کچھ کرتے ہو تو ہم ان سے نفرت کریں گے۔ مگر بدعت کا بدعت کے ساتھ مقابلہ کرنا اسے مزید تقویت دینے کا باعث بنتا ہے، میانہ روی ہی بہترین معاملہ ہے۔

اہلِ سنت کا مشاجراتِ صحابہ کے بارے میں سکوت اختیار کرنا:

25- ”وَيُمْسِكُوْنَ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ“

”اور وہ مشاجرات صحابہ کے بارے میں لب کشائی سے باز رہتے ہیں۔“

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کئی تنازعات اٹھ

کھڑے ہوئے اور یہ معاملہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد زیادہ سنگین شکل اختیار کر گیا۔ اور یہ بات بڑھتے بڑھتے قتل وقتال تک جا پہنچی۔ اس حوالے سے بعض واقعات بڑی شہرت کے حامل ہیں۔

ان تمام واقعات کے حوالے سے مثالی موقف خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہی تھا اور یہی موقف ہمارا منہج ہے جسے اختیار کرنے میں ہی عافیت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے درمیان یہ اختلافات ہوتے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے اور دیکھنے کے بعد ان کا طرزِ عمل یہی تھا کہ انھوں نے اس میں حصہ نہ لیا بلکہ سکوت اختیار کر لیا۔

ایک سو سے زائد کتبِ احادیث اور کتبِ تاریخ کو بنظرِ غائر مطالعہ کر لیا جائے تو ہزاروں نہیں تو کم ازکم سیکڑوں میں سے صرف تقریباً چالیس صحابہ کا نام ملتا ہے جو ان اختلافات میں کسی ایک فریق کی جانب سے براہِ راست شریک ہوئے۔

ہمارا ایمان ہے کہ ان کے درمیان جو کچھ بھی ہوا وہ تاویل اور اجتہاد کی بنیاد پر ہوا۔ اور ان اختلافات کے وجود سے جو فکر اہلِ بدعات اور نام نہاد اہلِ سنت وجماعت اور بعض نام نہاد اہلِ عقیدہ معاشرے میں پھیلا رہے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلاف تھے۔ تو یہ حقیقت جان لینا چاہیے کہ ان اختلافات کا تعلق عقائد وعبادات سے نہ تھا بلکہ بعض سیاسی امور سے تھا۔

اور کتبِ احادیث وتاریخ جمع کر لیں تو صرف چند اختلافات ملتے ہیں جنھیں ان باطل عناصر نے پھیلا کر یہ باور کروایا کہ تمام صحابہ باہم منقسم اور اختلاف میں تھے۔ یہ ایک جھوٹ اور باطل فکر ہے۔ جن صحابہ کے سیاسی اختلاف تھے ان کی مجموعی تعداد ہاتھ کی انگلیوں سے زیادہ نہیں ہے۔ البتہ ساتھ دینے والوں کی تعداد جیسا کہ میں نے بیان کیا زیادہ سے زیادہ چالیس ہوسکتی ہے۔

ان کے اپنے آپ کے حق پر ہونے کے اعتقاد سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی حق تک رسائی بھی تھی۔ لیکن اگر وہ غلطی پر تھے، جب کہ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان کا یہ اقدام اجتہاد پر مبنی تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد ثابت ہے:

''جب حاکم کوئی فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرتا ہے اور پھر وہ درست فیصلہ کرتا ہے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے۔ اور اگر غلطی کرے تو بھی اسے ایک اجر ملتا ہے۔''[1]

لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ انھوں نے اجتہاد کیا مگر ان سے غلطی ہوئی لہٰذا وہ ایک اجر کے مستحق ہیں۔

مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہم دو پہلوؤں سے بات کر سکتے ہیں:

اول: اختلاف کرنے والے صحابہ پر کوئی حکم لگانا: کتاب وسنت کی کوئی نص ایسی نہیں ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد میں آنے والے لوگوں کو یہ اختیار دیتی ہو کہ صحابہ کرام پر کوئی حکم لگایا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جو بیانیہ قرآن مجید کی آیات اور فرامینِ رسالت میں موجود ہے وہ ہی حتمی ہے اور اس میں ان کی تنقیص وتوہین و اختلافات کو بیان کرنے کی کوئی اجازت نہیں ہے۔ ہمارے لیے ان کے مشاجرات کے بارے میں لب کشائی سے گریز کرنا ضروری ہے۔ ہمیں ان کے باہمی تنازعات کو ان پر سبّ وشتم کرنے اور آپس میں نفرت پیدا کرنے کا جواز نہیں بنانا چاہیے، اگر ہم ایسا کریں گے تو گناہ گار ہوں گے، یا کم از کم گناہ سے تو محفوظ رہیں گے، مگر اس سے کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

دوم: ان اختلافات کے بارے میں ہمارا مؤقف کیا ہونا چاہیے۔

صحابہ کرام کے باہمی اختلافات اجتہاد کی بنیاد پر ہوئے اور اگر اجتہاد میں کوئی

---

[1] صحيح البخاري (7352)، صحيح مسلم (1716)

غلطی ہو جائے تو مجتہد معذور ہوا کرتا ہے اور اس کی یہ غلطی معاف کر دی جاتی ہے۔ منہجِ محدثین کو ہی اختیار کر لیا جائے، تو کتبِ ستہ میں ان اختلافات کو بہت کم بیان کیا گیا ہے جب کہ کتبِ احادیث میں گمراہ فرق پر مدلل رد کیا گیا ہے، باطل نظریات کا رد کیا گیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ محدثین نے ان واقعات کو اپنی کتابوں میں جگہ نہیں دی۔ صرف اور صرف یہی ایک وجہ معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ نے چونکہ سکوت اختیار کیا تھا، لہٰذا محدثین نے بھی سکوت اختیار کیا اور ان واقعات کے بارے میں سب سے زیادہ بہتر سچی بات صحابہ ہی کر سکتے تھے۔

صحابہ کے مساوی کے متعلق وارد آثار کا جھوٹا ہونا:

26- ”وَيَقُوْلُوْنَ: إِنَّ هَذِهِ الآثَارَ الْمَرْوِيَّةَ فِيْ مَسَاوِيْهِمْ مِنْهَا مَا هُوَ كَذِبٌ، وَمِنْهَا مَا قَدْ زِيْدَ فِيْهِ وَنُقِصَ وَغُيِّرَ عَنْ وَجْهِهِ“

”وہ کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مساوی کے بارے میں مروی آثار میں سے بعض تو سراسر جھوٹ ہیں، بعض میں کمی بیشی کر دی گئی جب کہ کئی ایک کو ان کے صحیح رُخ سے ہٹا دیا گیا۔“

مولف نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی آثار کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے:

1. ایسے آثار جو کذب محض ہیں اور ان کی سرے سے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس قسم کے آثار اہلِ بیت کے بارے میں ناصبیوں کی روایات میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔
2. ان میں سے کچھ آثار کی کوئی نہ کوئی اصل ہے مگر ان میں کمی بیشی کر دی گئی یا انھیں ان کے صحیح رُخ سے ہٹا دیا گیا۔

ان دونوں قسم کے آثار کو رد کر دینا واجب ہے۔

③ تیسری قسم صحیح آثار پر مشتمل ہے۔

اس کے بارے میں ہمارا کیا موقف ہے؟

صحابہ کی اخطا کے متعلق ہمارا موقف:

27- اس کی مولف یوں وضاحت کرتے ہیں:

”وَالصَّحِيحُ مِنْهُ هُمْ فِيهِ مَعْذُورُونَ: إِمَّا مُجْتَهِدُونَ مُصِيبُونَ، وَإِمَّا مُجْتَهِدُونَ مُخْطِئُونَ“

”رہے ان میں سے آثارِ صحیحہ، تو وہ اس بات میں معذور ہیں۔ انھوں نے اجتہاد کیا، اب یا تو وہ صحیح نتیجے پر پہنچے یا پھر ان سے غلطی ہوگئی۔“

مجتہد شخص اگر صحیح نتیجے پر پہنچے تو اسے دوہرے اجر سے نوازا جاتا ہے اور اگر اس سے غلطی ہو جائے تو وہ ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ بالا ارشاد ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو کچھ ہوا وہ اجتہاد اور تاویل کی بنیاد پر ہوا۔ علاوہ ازیں ایک چوتھی قسم بھی ہے، اور وہ یہ کہ ان سے کچھ ایسی چیزوں کا بھی صدور ہوا، جن کی بنیاد نہ تو اجتہاد تھا اور نہ ہی تاویل۔

کیا صحابہ معصوم ہیں؟

28- اس کی مولف یوں وضاحت فرماتے ہیں:

”وَهُم مَّعَ ذَلِكَ لَا يَعْتَقِدُونَ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مَعْصُومٌ عَنْ كَبَائِرِ الْإِثْمِ وَصَغَائِرِهِ“

”اس کے باوجود اہلِ سنت کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے معصوم تھا۔“

اور یہ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”آدم کا ہر بیٹا گناہ گار ہے اور بہترین گناہ گار توبہ کرنے والا ہے۔“[1]

لیکن ان کا کسی کبیرہ یا صغیرہ گناہ پر اجماع کرتے ہوئے اسے جائز قرار دینا یا اس کا ارتکاب کرنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ ان میں سے کوئی ایک کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرسکتا ہے، جس طرح کہ مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش سے واقعہ افک[2] کے بارے میں ہوا۔ لیکن چونکہ ان پر شرعی حد کا نفاذ کر دیا گیا تھا، لہٰذا وہ اس گناہ سے پاک ہوگئے تھے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عمداً کسی غلطی کا ارتکاب نہیں ہوا بلکہ سہواً ہوا ہے۔ اگر نعوذ باللہ عمداً ارتکاب کو مان لیا جائے تو اس فکر سے اللہ تعالیٰ پر طعن ہوتا ہے جس نے حبیبِ کائنات اور محبوبِ کائنات کے لیے کیسے لوگوں کو منتخب کیا۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن لازم آتا ہے کہ آپ اپنے صحابہ کی تربیت میں ناکام ہوگئے تھے۔ (استغفر اللّٰہ، ونعوذ باللّٰہ من هذه الهفوات)

اہلِ سنت کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مغفرت کو واجب سمجھنا:

29- ”بَلْ يَجُوزُ عَلَيْهِمُ الذُّنُوبُ فِي الْجُمْلَةِ، وَلَهُم مِّنَ السَّوَابِقِ وَالْفَضَائِلِ مَا يُوجِبُ مَغْفِرَةَ مَا يَصْدُرُ مِنْهُمْ إِنْ صَدَرَ“

”فی الجملہ صحابہ کرام سے گناہوں کا صدور ممکن ہے، مگر وہ سبقت الی الاسلام اور کچھ ایسے دیگر فضائل کے حامل ہیں کہ اگر ان سے کسی گناہ کا صدور ہو بھی جائے تو وہ ان کی مغفرت کو واجب قرار دیتے ہیں۔“

---

[1] إمام أحمد مسند (197/3)، سنن الترمذي (2499)، سنن دارمي (2627)، سنن ابن ماجه (4251)، حاكم (244/4)

[2] صيح البخاری (4757)، صحيح مسلم 2770))

یعنی گناہوں کے ارتکاب کے حوالے سے وہ دیگر لوگوں جیسے ہیں۔ مگر انھیں کچھ امور کی وجہ سے امتیاز حاصل ہے جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ ان کے کبیرہ یا صغیرہ گناہوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی نصرت و معاونت کی اپنی، اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کیا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنی گردنیں کٹوا دیں، اور یہ ایسی امتیازی خوبیاں ہیں جو ان سے صادر ہونے والے گناہوں کی مغفرت کو واجب قرار دیتی ہیں۔ وہ گناہ جتنا بھی بڑا ہو بشرطیکہ وہ کفر تک نہ پہنچے۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا قصہ اسی قبیل سے ہے۔ جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی قریش مکہ کی طرف روانگی سے مطلع کرنے کے لیے ان کی طرف پیغام بھیجا، جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مطلع فرما دیا اور وہ پیغام ان تک نہ پہنچ سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی گردن اڑانے کے لیے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”وہ جنگِ بدر میں شریک ہوا تھا، اور تجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کی طرف دیکھا اور فرمایا: اب تم جیسے چاہو اعمال کرو، میں تمھاری مغفرت فرما چکا۔“

مغفرت کے اسباب:

30- ”حَتَّى إِنَّهُمْ يُغْفَرُ لَهُم مِّنَ السَّيِّئَاتِ مَا لَا يُغْفَرُ لِمَنْ بَعْدَهُمْ، لِأَنَّ لَهُم مِّنَ الْحَسَنَاتِ الَّتِي تَمْحُو السَّيِّئَاتِ مَا لَيْسَ لِمَنْ بَعْدَهُمْ، وَقَدْ ثَبَتَ بِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُمْ خَيْرُ الْقُرُوْنِ، وَأَنَّ الْمُدَّ مِنْ أَحَدِهِمْ إِذَا تَصَدَّقَ بِهِ كَانَ أَفْضَلَ مِنْ جَبَلِ أُحُدٍ ذَهَبًا مِمَّنْ بَعْدَهُمْ“

”یہاں تک کہ ان کے وہ گناہ بھی معاف کر دیے جاتے ہیں جو ان کے

بعد آنے والوں کے معاف نہیں کیے جاتے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہے کہ وہ بہترین زمانے کے لوگ ہیں، اور یہ کہ ان میں سے کسی ایک کا مدّ یا نصف مدّ بھر صدقہ بعد میں آنے والوں کے اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔''

31- اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معاف کر دیا:

''ثُمَّ إِذَا كَانَ قَدْ صَدَرَ مِنْ أَحَدِهِمْ ذَنْبٌ؛ فَيَكُونُ قَدْ تَابَ مِنْهُ''

''پھر جب ان میں سے کسی ایک سے کوئی گناہ صادر ہوا، تو ہوسکتا ہے کہ اس نے اس سے توبہ کرلی ہو۔''

یعنی جب اس نے اس سے توبہ کر لی، تو اس کی یہ لغزش معاف ہوگئی اور اس کا وبال ختم ہوگیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿68﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿69﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صٰلِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [الفرقان: 70-68]

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جن جاندار کو مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر (یعنی شریعت کے مطابق) اور بدکاری نہیں کرتے۔ اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہو گا قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہو گا اور ذلت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔

اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

32- گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص جیسا ہو جاتا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

’’أَوْ أَتَى بِحَسَنَاتٍ تَمْحُوهُ‘‘

’’یا اس نے ایسی نیکیاں کیں جنھوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔‘‘

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ﴾ [هود: 114]

’’یقیناً نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔‘‘

33- ’’أَوْ غُفِرَ لَهُ، بِفَضْلِ سَابِقَتِهِ‘‘

’’یا اسے اس کی کسی سابقہ فضیلت کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔‘‘

جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قدسی حدیث میں اہلِ بدر کے بارے میں فرمایا: ’’آیندہ کے لیے جو چاہو عمل کرو میں نے تمھاری مغفرت فرما دی ہے۔‘‘

34- ’’أَوْ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ الَّذِي هُمْ أَحَقُّ النَّاسِ بِشَفَاعَتِهِ‘‘

’’یا انھیں محمد ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جائے جن کی شفاعت کے وہ سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں۔‘‘

رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی شفاعت کریں گے جس کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں۔

35- ’’أَوْ ابْتُلِيَ بِبَلَاءٍ فِي الدُّنْيَا كُفِّرَ بِهِ عَنْهُ‘‘

’’یا دنیا میں اس کی کوئی ایسی آزمائش کی گئی جو اس کے گناہوں کا کفارہ بن گئی۔‘‘

اور یہ اس لیے کہ دنیا میں کسی آزمائش کی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ برائیوں کا خاتمہ فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس بھی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے، وہ بیماری ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی برائیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح درخت اپنے پتے گرایا کرتا ہے۔''

اس بارے میں احادیث بڑی مشہور اور کثرت کے ساتھ وارد ہیں۔

36- ''فَإِذَا كَانَ هَذَا فِي الذُّنُوبِ الْمُحَقَّقَةِ؛ فَكَيْفَ الْأُمُورُ الَّتِي كَانُوا فِيهَا مُجْتَهِدِينَ: إِنْ أَصَابُوا، فَلَهُمْ أَجْرَانِ، وَإِنْ أَخْطَؤُوا، فَلَهُمْ أَجْرٌ وَاحِدٌ، وَالْخَطَأُ مَغْفُورٌ''

''جب ثابت شدہ گناہوں کے بارے میں یہ صورتِ حال ہے تو پھر ان امور کے بارے میں کیا کہا جائے گا جن میں اگر وہ صحیح فیصلہ کریں تو دوہرے اجر کے مستحق ٹھہریں اور اگر غلطی کے مرتکب ہوں تو بھی ایک اجر پائیں، اور غلطی معاف کر دی جائے۔''

مگر اس قسم کے حق دار انتہائی کم ہیں اور جس کی ان کے فضائل ومحاسن کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں سے بعض لوگوں سے سرقہ، شراب نوشی اور زنا جیسے امور کا ارتکاب ہوا، مگر یہ تمام اشیاء ان کے فضائل ومحاسن کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہیں۔ پھر بعض امور میں تو حدود کا قیام بھی عمل میں لایا گیا جس سے گناہ یقینی طور پر ساقط ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومحاسن:

37- پھر مولف رحمہ اللہ ان کے فضائل ومحاسن میں سے بعض امور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مِنَ الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ، وَرَسُولِهِ، وَالْجِهَادِ فِيْ سَبِيلِهِ، وَالْهِجْرَةِ، وَالنُّصْرَةِ، وَالْعِلْمِ النَّافِعِ، وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ“

”ان کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، فی سبیل اللہ جہاد اور ہجرت کرنا، دینِ اسلام کی نصرت و معاونت کرنا، علمِ نافع اور علمِ صالح۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ تمام فضائل و مناقب بڑی شہرت کے حامل اور ہر ایک کے علم میں ہیں جنھوں نے ان کی ثابت شدہ لغزشوں کو ڈھانپ رکھا ہے اور انھوں نے ان کی غیر ثابت شدہ لغزشوں یا جن کا صدور اجتہاد اور تاویل کی بنیاد پر ہوا، بطریقِ اولیٰ ڈھانپ دیا ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد افضل صحابہ ہیں:

39- ”وَمَن نَّظَرَ فِيْ سِيرَةِ الْقَوْمِ بِعِلْمٍ وَبَصِيرَةٍ، وَمَا مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِم بِهِ مِنَ الْفَضَائِلِ؛ عَلِمَ يَقِينًا أَنَّهُمْ خَيْرُ الْخَلْقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ“

”جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا علم و بصیرت کے ساتھ جائزہ لے گا اور ان کے فضائل و مناقب کو پیشِ نظر رکھے گا تو اسے اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ وہ انبیائے کرام کے بعد بہترین قسم کے لوگ ہیں۔“

اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے علاوہ ہے: بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے اور پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔

آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و محاسن اور مناقب کا علم و بصیرت اور انصاف سے جائزہ لیں گے تو آپ کو اس بات کا یقینی علم حاصل ہو جائے گا کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد مخلوق کے بہترین افراد ہیں۔ وہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے اصحاب حواریوں سے افضل ہیں، ان کے ان نقباء سے افضل ہیں جنھیں موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب بننے کا شرف

حاصل ہوا اور وہ ان لوگوں سے بھی بہتر ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان لائے، اور ان انبیاء کے پیروکاروں میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں پایا جاتا جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں سے افضل ہو۔ یہ بات بالکل واضح اور سبھی کے علم میں ہے۔ اس لیے کہ اللہ فرماتا ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ [آل عمران: 110]

''تم بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا۔''

ہم میں سے بہترین لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ نیز اس لیے بھی کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل ہیں، لہٰذا آپ کے اصحاب، دیگر تمام انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کے اصحاب سے افضل ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے جب کہ رافضیوں کے نزدیک وہ بدترین قسم کے لوگ ہیں (والعیاذ باللّٰہ) بجز چندان افراد کے جنھیں وہ ان سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔

40- اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیگر اُمتوں کے لوگوں سے باعزت صحابہ ہیں:

''وَأَنَّهُمُ الصَّفْوَةُ مِنْ قُرُونِ هَذِهِ الْأُمَّةِ الَّتِي هِيَ خَيْرُ الْأُمَمِ وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ''

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس اُمت کے بہترین لوگ ہیں، وہ اُمت جو کہ دیگر تمام اُمتوں سے بہترین اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت اُمت ہے۔''

اس اُمت کا تمام اُمتوں سے بہتر ہونا، اس ارشادِ باری تعالیٰ کی وجہ سے ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ﴾ [آل عمران: 110]

''تم بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا، تم نیکی کا حکم کرتے

اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

دوسری جگہ فرمایا گیا:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾

[البقرة: 143]

''اور اسی طرح ہم نے تم کو بہتر اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔''

پھر چونکہ آنحضرت ﷺ خیر الرسل ہیں، لہٰذا اس سے آپ کی اُمت کا خیر الامم ہونا ضروری ٹھہرتا ہے۔ رہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس اُمت کے بہترین لوگ ہونا، تو یہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے:

''بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں۔''

ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں: ((خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ...))[1]

''میری اُمت کے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں۔''

آپ ﷺ کے قرن سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، ان کے بعد کے لوگوں سے مراد تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں سے مراد تبع تابعین ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرونِ ثلاثہ کا اعتبار اہلِ قرن کے جمہور کے اعتبار سے ہو گا۔ اور وہی اس قرن کے بہترین لوگ ہوں گے۔''

خلفائے اربعہ کی خلافت کے اختتام کے ساتھ ہی جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختتام ہوگیا تھا، یہاں تک کہ اہلِ بدر میں سے چند لوگ ہی باقی رہ گئے تھے۔ جمہور تابعین کا اختتام ابن زبیر اور عبدالملک کی امارت میں اصاغر صحابہ کے زمانے کے اواخر میں ہوا، جبکہ جمہور تبع تابعین دولتِ امویہ کے اواخر اور دولتِ عباسیہ کے اوائل

---

[1] صحيح البخاري (3650)

میں ختم ہو گئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے آخر میں فوت ہونے والے ابو طفیل عامر بن واثلہ لیثی رضی اللہ عنہ ہیں جن کی وفات 110 ھ ہے۔

فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تبع تابعین میں سے آخری آدمی 220 ھ تک زندہ رہا۔''[1]

ماخذ شرح:

- شرح عقيدة واسطية لمحمد بن صالح العثيمين رحمه الله.
- شرحُ الشَّيخ عبد الرَّحمنِ بنُ السعدي.
- شرح و تعليق الشَّيخ محمد بن عبدِ العزيزِ بنِ مانعٍ.
- شرح الشَّيخِ زيد ابن فيَّاضٍ شَرحًا موضوعيًّا موسَّعًا مستفيضًا.
- شرُح الشَّيخِ ابنِ عيسى شرحًا موضوعيًا.
- شرَحَ الشَّيخ صالحُ الفوزانُ.
- التعليقات السنية على العقيدة الواسطية الشيخ عبد الكريم الخضير.
- التعليقات الزكية على العقيدة الواسطية الشيخ عبدالله الجبرين.
- القطوف الجنية في شرح العقيدة الواسطية لشيخ الإسلام ابن تيمية الشيخ عبيد الجابري.
- التنبيهات اللطيفة على ما احتوت عليه العقيدة الواسطية من المباحث المنيفة: للشيخ عبد الرحمن السعدي بتعليق من الشيخ عبد العزيز بن باز رحمة الله عليه.

---

[1] فتح الباري (716)

یادداشت

ALFAEZ
PRINTERS

الفیض

پرنٹرز

عربی، اُردو اور انگریزی
کمپوزنگ کیلئے رُجوع کریں

نیز دیگر پرنٹنگ سروسز کیلئے رابطہ کریں

- لیٹر ہیڈ / لفافے
- پیکجنگ پرنٹنگ
- فلائیرز / پوسٹرز
- کتب و رسائل
- بروشز
- وزٹنگ کارڈز

معیاریِ پرنٹنگ
بہترین کارکردگی
آپ کا اعتماد
ہماری پہچان

شاہ فیصل کالونی،
کراچی

0321-2142777

alfaezprinters17@gmail.com